عقائد اہل سنت پر لاجواب دلائل

جاء الحق

مخالفین کے منہ بند کر دینے والی لاجواب تصنیف

تصنیف لطیف

مفسرِ شہیر حضرت علامہ مفتی

احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تقلید کی بحث

تقلید کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رہنا ضروری ہیں۔

۱) تقلید کے معنی اور اس کی قسمیں

۲) تقلید کونسی ضروری ہے اور کونسی منع

۳) تقلید کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں

۴) تقلید کے واجب ہونے کے دلائل

5) تقلید پر اعتراضات اور اُنکے مکمل جوابات۔ اس لئے اس بحث کے پانچ باب کئے جاتے ہیں۔

باب اوّل

تقلید کے معنی اور اس کے اقسام

تقلید کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی دوسرے شرعی۔ لغوی معنی ہیں۔ قلادہ در گردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول وفعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے۔ کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔ جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول وفعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے۔

اَلتَّقْلِیْدُ اِتِّبَاعُ الرَّجُلِ غَیْرَہٗ فِیْمَا سَمِعَہٗ یَقُوْلُ اَوْفِیْ فِعْلِہٖ عَلٰی زَعْمٍ اَنَّہٗ مُحِقٌّ بِلَا نَظَرٍ فِی الدَّلِیْلِ.

تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے۔ بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔

نیز امام غزالی کتاب المستصفیٰ جلد دوم صفحہ ۳۸۷ میں فرماتے ہیں اَلتَّقْلِیْدُ ھُوَ قَبُوْلُ قَوْلٍ بِلَا حُجَّتِہٖ. مسلم الثبوت میں ہے اَلتَّقْلِیْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّتِہٖ. ترجمہ وہی جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انکا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہٰذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابۂ کرام وآئمہ دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد۔ اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا' کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ ﷺ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت کو دیکھ کر مسئلہ فرما دیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا۔ یہ فرق ضرور یاد رہے۔

تقلید دو طرح کی ہے۔ تقلید شرعی اور غیر شرعی۔ تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے روزے' نماز' زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے۔ جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ' امیر یا مرزا غالب کی یا نحوی وصرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح ہر پیشہ ور اپنے پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے۔ اس لئے کہ یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں۔ ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف میں ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے اور طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے۔ اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا. (پارہ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۲۸)

اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

وَاِن جَاهَدٰکَ عَلٰی اَن تُشرِکَ بِی مَالَیسَ لَکَ بِهٖ عِلمٌ فَلَا تُطِعهُمَا ۔ (پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۵)

اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا مان۔

وَاِذَا قِیلَ لَهُم تَعَالَوا اِلٰی مَا اَنزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُولِ قَالُوا حَسبُنَا مَا وَجَدنَا عَلَیهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَو کَانَ اٰبَآؤُهُم لَا یَعلَمُونَ شَیئًا وَّلَا یَهتَدُونَ ۔ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت ۱۰۴)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اُتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔

وَاِذَا قِیلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَل نَتَّبِعُ مَا اَلفَینَا عَلَیهِ اٰبَآءَنَا ۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت ۱۷۰)

اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اُتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے۔ چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور ائمہ دین کی اطاعت اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید ائمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اُس کا بہت خیال رہے۔

دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں۔ ۱) عقائد ۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔ ۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ ہود زیر آیت نَصِیبَهُم غَیرَ مَنقُوصٍ میں ہیں۔ وَفِی الاٰیَةِ ذَمُّ التَّقلِیدِ وَهُوَ قَبُولُ قَولِ الغَیرِ بِلَا دَلِیلٍ وَهُوَ جَائِزٌ فِی الفُرُوعِ وَالعَمَلِیَاتِ وَلَا یَجُوزُ فِی اُصُولِ الدِّینِ وَالاِعتِقَادِیَّاتِ بَل لَّابُدَّ مِنَ النَّظرِ وَالاِستِدلَالِ. اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید و رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاویگا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید و رسالت سے۔ کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول مع الافضل میں ہے۔

(عَن مُعتَقَدِنَا) اَی عَمَّ نَعتَقِدُهٗ مِن غَیرِ المَسَائِلِ الفَرعِیَةِ مِمَّا یَجِبُ اِعتِقَادُهٗ عَلٰی کُلِّ مُکَلَّفٍ بِلَا تَقلِیدٍ لِاَحَدٍ وَّهُوَ مَا عَلَیهِ اَهلُ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ وَهُمُ الاَشَاعِرَةُ وَالمَاتُرِیدِیَّةُ

یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن پر اہلسنّت و جماعت ہیں اور اہلسنّت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ میں ہے۔ هٰذِهِ الاٰیَةُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّقلِیدَ غَیرُ کَافٍ فِی الدِّینِ وَاَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنَ النَّظرِ وَالاِستِدلَالِ. صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحۃً ہے اس لئے یہ نہ کہا جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بلکہ اس لئے قرآن و حدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماع امت سے اجتہاد و استنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے۔ مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقعہ پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل کو نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آ گیا کہ روزہ و نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ مسئلہ کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہا کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے۔ وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے

مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تیسرا باب

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مکلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علم لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے۔ ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ علم صرف و نحو بلاغت وغیرہ میں اکو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔ اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں۔

۱) مجتہد فی الشرع

۲) مجتہد فی المذہب

۳) مجتہد فی المسائل

۴) اصحاب التخریج

۵) اصحاب الترجیح

۶) اصحاب التمیز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)

۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔ جیسے چاروں امام ابوحنیفہ شافعی مالک احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین

۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں۔ جیسے امام ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔ کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ ﷺ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ ان کو قرآن و حدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی اور قاضی خان شمس الائمہ سرخسی وغیرہم۔

۴) اصحاب تخریف وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہاں ائمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

۵) اصحاب ترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ ﷺ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں۔ یہ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہذا اولیٰ یا ہذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔

۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں۔ اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں۔ جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب در مختار وغیرہ۔

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں۔ وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانہ کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتادیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے۔ تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب ہیں جس درجہ کے مجتہد ہوں گے۔ وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں۔ اس لئے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اُٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ حنفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہ ہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں۔ اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں۔ وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اُٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آ گیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا یہ سوال بھی اُٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی پھر کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابوحنیفہ ﷺ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے

اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا در حقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل در حقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی المذاہب کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا۔ بلکہ حنفی رہے گا۔ کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب **صَحَّ مَن الامام اذا صِحَّ الحدیثُ فھو مذھبی۔** امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب ہے یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں میں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصری تقریر خیال میں رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو ان شاء اللہ عزوجل حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے۔ لہٰذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی و امام ابو داؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی، شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے۔ خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں۔ یا امام ابو حنیفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کیلئے کافی نہ ہوا۔ تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعویٰ اجتہاد کیا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت، مجاز، صریح و کنایہ ظاہر و نص کتنے ہیں۔ ان بیچارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

چوتھا باب

تقلید واجب ہونے کے دلائل

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اوّل:

تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

اھدنا الصِّراط المستقیم صراط الَّذِین انعمت علیھم۔ (پارہ ۱ سورہ ۱ آیت ۵) ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔ (سورہ فاتحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے۔ جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اولیاء اللہ غوث قطب و ابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے۔ لہٰذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث و مفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو۔ پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَھَا۔ (سورہ بقر) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرانا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

اَطیعُوا اللہَ وَاَطیعُوا الرَّسُول وَ اُولِے الامر منکم۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۵۹) اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ و استنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے ایک اور رسول علیہ السلام اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی صرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے، کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً

عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام وامام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔ تینوں چیزوں میں ان کی پیروی کی جاوے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اطیعو ا بولا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطانِ اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاوے گی نہ کہ خلافِ شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا ہے۔ تمام رعایا کا حاکم بادشاہ اور بادشاہ کا حاکم۔ عالم مجتہد لہٰذا نتیجہ وہ ہی نکلا کہ اولی الامر علمائے مجتہدین ہی ہوئے اگر بادشاہِ اسلامی بھی مراد لو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہو ہی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحۃً قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مرجائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں۔ جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا واطیعوا الرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحۃً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا اُولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین علم۔

فَاسئَلوا اَھلَ الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہلِ علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ ہے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

واتّبع سبیل من اناب الیَّ۔

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے پس یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنَا وَذُرِیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعیُنٍ وَّاجعَلنا للمتقین امامًا۔ (پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت ۷۴)

اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور ہم کو پرہیز گاروں کی پیشوا بنا۔

اس آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں ہے۔

فنقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون۔

ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور پرہیزگار ہماری پیروی کریں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور ان کی تقلید ضروری ہے۔

یوم ندعوا کل اُناسٍ بامامھم۔ (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت ۷۱)

جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائینگے۔

اس کی تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے۔

او مُقَدَّمٍ فی الدِّینِ فَیُقَالُ یَاحَنفِیُّ یا شَافِعِیُّ۔

یا امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت میں کہا جاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ یوں کہا جاوے گا کہ: اے حنفیو اے شافعیو اے مالکیو چلو! تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

واذا قیل امنوا کما امن النَّاس قالُوا اَنُؤمِنُ کما امن السُّفَھَاءُ۔

یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہ ہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہو۔ تو مذہب بھی وہ ہی ٹھیک ہے۔ جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

دوسری فصل تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

مَن اتاکم وامرکم جمیعٌ علیٰ رجلٍ واحدٍ یریدُ ان یَّشُقَّ عصاکم ویفرِّق جماعتکم فاقتلوہ۔

جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو۔

اس میں مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا **باب وجوب طاعتہ الامراء فی غیر معصیتہ**۔ یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا **لاتسئلُوا فی مادام ھذا الحبرُ فیکم** جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں۔ مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔ معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

من تولّیٰ امر المسلمین شیئًا فاستعمل علیھم رجُلاً وّیعلم ان فیھم من ھو اولیٰ بذالک و اعلم منہ بکتاب اللہ وسنّۃ رسولہٖ فقد خان اللہ ورسولہ وجماعۃ المُسلمین۔

جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو وہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن و حدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ و رسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ فصل اول میں ہے۔

من مات ولیس فی عنقہٖ بیعۃٌ مّت میتۃً جاھلیۃً۔

جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ وہ جہالت کی موت مرا۔

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ نی زمانہ وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

یہ تو چند آیات واحادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو۔ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

ومن یُّشاقِقِ الرَّسُولَ من بعد ما تبیّن لَہُ الھُدیٰ ویتّبع غیرَ سَبیلِ المُؤمنین نولّہٖ ماتولّیٰ و نصلہٖ جھنّم وساءت مصیراً۔

اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کرینگے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلاف صدیقی و فاروقی کس طرح ثابت کرو گے تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت **وکُونُوا مع الصّادقِیْنَ** ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا **اُولٰئکَ ھُمُ الصّٰدِقُونَ** پھر فرمایا **وَکُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** سچوں کے ساتھ رہو۔ لہٰذا تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی ہیں غیر مقلدوں سے کہتا ہو کہ سچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلائل:

دنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد۔ سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہا زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف

ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہ ہی تو تقلید ہے۔ قرآن کی قرأت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے قرآن کے اعراب آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے۔ تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں۔ حکومتِ اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔ ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب عورتوں میں تقلیدِ شخصی ہے۔ نماز کے امام دو نہیں۔ بادشاہ اسلام دو نہیں۔ تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اداب السفر میں ہے۔

اِذَا کَانَ ثَلٰثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوا اَحدھُم۔ جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

پانچواں باب

تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں۔ ایک واجبات طعنے اور تمسخران کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جن سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں۔ اور عام مقلدین دھوکا کھا لیتے ہیں۔ یہ حسبِ ذیل ہیں:

سوال (۱): اگر تقلید ضروری تھی تو صحابۂ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب: صحابۂ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ ائمہ دین امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے:

اَصحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّھِم اقتَدَیتُم اِھتَدَیتُم۔ عَلَیکُم بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِین۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کروگے ہدایت پالوگے۔ تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

یہ سوال تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس سے یہ ہی کہا جاوے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے ایسے ہی صحابۂ کرام تمام کے امام ہیں۔ ان کا کون مسلمان امام ہوتا؟

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکبرین کی آواز پر وہ ہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو لب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صفِ اوّل کے مقتدیوں کو مکبرین کی ضرورت نہیں صحابۂ کرام صفِ اوّل کے مقتدی ہیں۔ وہ بلاواسطہ سینہ پاک مصطفیٰ ﷺ سے فیض لینے والے ہیں۔ ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہٰذا کسی نہر کے حاجتمند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔ جن سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنا ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابۂ کرام کے لئے نہیں۔

سوال (۲): رہبری کے لئے قرآن و حدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے کہ:

وَلَا رَطبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِی کِتٰبٍ مُّبِینٍ وَلَقَد یَسَّرنَا القُرٰانَ لِلذِّکرِ فَھَل مِن مُّدَّکِرٍ۔ اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں تھی نہ ہو اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں؟

جواب: قرآن و حدیث بیشک رہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونی چاہئے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے۔ ائمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ ائمہ دین طبیب ہیں وَلَقَد یَسَّرنَا القُرٰانَ میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے۔ نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کے لئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے۔ قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے؟ قرآن میں ہے وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَةَ

اور وہ نبی ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں، امام روحانی طبیب۔

سوال (۳):

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت مان کسی کا قول و قرار

دین حق راچار مذہب ساختند فتنہ در دین نبی انداختند!

جواب:

یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے:

ہوتے ہوئے کبریا کی گفتار مت مان نبی کا قول و کرار

دوسرا شعر بھی اس طرح ہے۔

مسجد دوخشت علیحدہ ساختند فتنہ در دین نبی انداختندہ

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں دو شعروں میں اس طرح دیا ہے:

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش و آب و خاک و باد سب کا انہی سے ہے چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

شاباش

چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار بھیجیں۔ اور دین بھی چار ہی بتائے انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا وغیرہ وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہو سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے ارگرد چار طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ وہابی کس راستے سے وہاں پہنچیں گے؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مذہب چار چوں چہار راہ اند بہر منت جو جادہ پیمائی

خود یکے بینی از چہار طرف کعبہ راچوں تو سجدہ بنمائی

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے۔ فقہ قرآن وحدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

آخر میں میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کروگے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسی ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اوّل میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔ اللہ عزوجل توفیق دے۔

بحث علم غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بمنہ و کرمہ

مقدمہ

اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداھۃً عقل میں آسکے لہذا پنجاب والے کے لئے بمبئی غیب نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لذتیں اور ان کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگر چہ آنکھ سے چھپی ہیں۔ مگر دوسرے حواس سے معلوم ہیں جن اور ملائکہ اور جنت و دوزخ ہمارے لئے اس وقت غیب نہیں ہیں۔ کیونکہ نہ انکو حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ بلا دلیل عقل سے۔ غیب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو سکے۔ یعنی دلائل سے معلوم ہو سکے دوسرا وہ جس کو دلیل سے بھی معلوم نہ کر سکیں پہلے غیب کی مثال جیسے جنت دوزخ اور خدائے پاک کی ذات و صفات کہ عالم کی چیزیں اور قرآن کی آیات دیکھ کر ان کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے غیب کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب ہوگی۔ انسان کب مریگا اور عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، بد بخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ اسی دوسرے غیب کو مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اور اس کو پروردگار عالم فرمایا **فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ** تفسیر بیضاوی **يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** کے ماتحت ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يُدْرِكُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيْهِ بَدَاهَةُ الْعَقْلِ

''غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جسکو حواس نہ پا سکیں اور نہ بداہۃً اس کو عقل چاہے۔''

تفسیر کبیر سورہ بقر کے شروع میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّ الْغَيْبَ هُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ ثُمَّ هٰذَا يَنْقَسِمُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ" وَاِلٰى مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ

عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر غیب کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہے دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔

تفسیر روح البیان میں شروع سورہ بقر **يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** کے ماتحت ہے۔

وَهُوَ مَا غَابَ عَنِ الْحِسِّ وَالْعَقْلِ غَيْبَةً كَامِلَةً بِحَيْثُ لَا يُدْرَكُ بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِبْتِدَاءً بِطَرِيْقِ الْبَدَاهَةِ وَهُوَ قِسْمَانِ قِسْمٌ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِيْ اُرِيْدَ بِقَوْلِهٖ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ وَقِسْمٌ نُصِبَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ كَالصَّانِعِ وَ صِفَاتِهٖ وَهُوَ الْمُرَادُ

''غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے پورا پورا چھپا ہوا اس طرح کہ کسی ذریعہ سے بھی ابتداءً کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہ ہی اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری قسم وہ جس پر دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات وہ ہی اس جگہ مراد ہے۔''

فائدہ رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ بو ناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے۔ تو رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لئے غیب اگر کوئی اللہ کا بندہ بو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں کو یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرًا وَدُهُوْرٌ تَمُرُّ وَتَنْقَضِيْ اِلَّا اَتَالِيْ

''کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔''

اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب۔

جیسے حضور علیہ السلام نے آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچادی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست کے دیکھے یہ سب غیب ہی میں داخل ہیں۔

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں۔ مثلاً کسی آلہ ذریعہ سے عورت کے پیٹ کا بچہ کا معلوم کرتے ہیں۔ یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس معلوم نہ ہو سکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا۔ جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو علم غیب نہیں۔

دوسری فصل ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے چند باتیں خوب خیال رکھی جاویں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

ا۔ نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں۔ جیسے علم عقائد۔ علم شریعت۔ علم تصوف دوسرے علموں سے افضل ہیں مگر کوئی علم فی نفسہٖ برا نہیں جیسے بعض آیات قرآنیہ بعض سے زیادہ ثواب رکھتی **قُلْ هُوَ اللہ** میں تہائی قرآن کا ثواب ہے مگر **تَبَّتْ یَدَا** میں یہ ثواب نہیں (دیکھو روح البیان زیر آیت) **وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافاً کَثِیْرًا** لیکن کوئی آیت بری نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی علم برا ہوتا تو خدا کو بھی وہ حاصل نہ ہوتا کہ خدا ہر برائی سے پاک ہے نیز فرشتوں کو خدا کی ذات وصفات کا علم تو تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا۔ اور وہ ہی علم ان کی افضلیت کا ثبوت ہوا۔ اس علم کی وجہ سے وہ ملائکہ کے استاد قرار پائے اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔ نیز دنیا میں سب سے بدتر چیز ہے کفر و شرک۔ مگر فقہا فرماتے ہیں کہ علم حسد بغض اور الفاظ کفریہ شرکیہ کا جاننا فرض ہے تا کہ اس سے بچے۔ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لئے شامی کے مقدمہ میں ہے۔

وَعِلْمُ الرِّیَاءِ وَعِلْمُ الْحَسَدِ وَالْعُجْبِ وَعِلْمُ الْاَلْفَاظِ الْمُحَرَّمَۃِ وَالْمُکَفِّرَۃِ وَ لَعَمْرِی ھٰذَا مِنْ اَھَمِّ الْمُھِمَّاتِ (ملخصاً)

"یعنی علم ریا اور حسد و حرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور واللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔"

اسی مقدمہ شامی بحث علم نجوم و رمل میں فرماتے ہیں۔ **وَفِی ذَخِیْرَۃِ النَّظْرِ تَعَلُّمُہٗ فَرْضٌ لِرَدِّ سَاحِرِ اَھْلِ الْحَرْبِ**

"ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔"

احیاء العلوم جلد اول باب اول فصل سوم برے علوم کے بیان میں ہے علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بندوں کے حق میں تین وجوں سے ہے الخ۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں۔ اب منکرین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری چیزوں، چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ ان کا جاننا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ اسی لئے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ مانا یہ تو ایسا ہوا، جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ خدائے پاک بری چیزوں کا خالق نہیں ہے کیونکہ بری چیزوں کا پیدا کرنا بھی برا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر علم جادو برا ہے تو اس کی تعلیم کے لئے رب کی طرف سے دو فرشتے ہاروت و ماروت کیوں زمین پر اترے؟ موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں نے جادو کے علم کے ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت پہچانی اور آپ پر ایمان لائے۔ دیکھو علم جادو ایمان کا ذریعہ بن گیا۔

۲۔ سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے۔ جس کے سارے حوالے آتے ہیں تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملا۔ جو علم شاگرد استاد سے لے ضروری ہے کہ استاد بھی اس کا جاننے والا ہو۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لئے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

۳۔ قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات کل ما کان وما یکون میں ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء وانبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ اس کے حوالے بھی آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوح محفوظ اور قرآنی علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر فرشتہ

کے علوم کا بھی ذکر کردیں گے۔
یہ تمام بحثیں علم مصطفیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہوں گی۔

تیسری فصل

علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں

علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں (از خالص الاعتقاد صفحہ ۵)

۱۔ اللہ عزوجل عالم بالذات ہے۔ اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

۲۔ حضور علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

۳۔ حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

۱) قسم دوم اولیائے کرام کو بھی بالواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیاب ملتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پانچ غیبوں میں سے بہت جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بدمذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

۱) قسم سوم حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

۲۔ تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

۳۔ حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔

چوتھی فصل جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (از منحۃ الغیب صفحہ ۴۳)

۱۔ وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

۲۔ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

۳۔ صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

۴۔ جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے یہ چار فصلیں خوب خیال میں رکھی جائیں۔

پہلا باب

علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آیات قرآنیہ سے ثبوت۔ دوسری میں احادیث سے ثبوت تیسری میں احادیث کے شارحین کے۔ چوتھی میں علمائے امت اور فقہا کے اقوال۔ پانچویں میں خود منکرین کی کتابوں سے ثبوت۔ چھٹی میں عقلی دلائل اولیاء اللہ کے علم غیب کا بیان۔

پہلی فصل آیات قرآنیہ میں۔

۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت ۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔''

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَ مَعنیٰ تَعلِیمِهٖ اَسمَآ ءَ المُسَمَّیَاتِ اَنّهٗ تَعَالیٰ اَرَاهُ الاجنَاسَ الَّتِی خَلَقَهَا وَعَلَّمَه اَنَّ هٰذَا اِسمُه فَرَسٌ وَهٰذَا اِسمُه بَعِیرٌ وَهٰذَا اِسمُه كَذَا وَعَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَلَّمَه اِسمَ كُلِّ شَیءٍ حَتّٰی القَصعَةَ الغَرفَةَ

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیز وںکے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے انکو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا ہے اور انکو بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ یہاں تک کہ پیالی اور چاتو کے بھی۔

تفسیر خازن میں اسی آیت میں یہ ہی مضمون بیان فرمایا اتنا اور بھی زیادہ فرمایا۔

وَقِيلَ عَلَّمَ اٰدَمَ اَسمَآءَ المَلٰئِكَةِ وَقِيلَ اَسمَآءَ ذُرِّيَتِهٖ وَقِيلَ عَلَّمَهُ اللُّغَاتَ كُلَّهَا

"کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھا دیئے اور کہا گیا کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھا دیں۔"

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَولُهٗ اَی عَلَّمَهٗ صِفَاتَ الاَشيَآءِ وَنَعُوتَهَا وَهُوَ المَشهُورُ اَنَّ المُرَادَ اَسمَآءُ كُلِّ شَيئٍ مِن خَلقٍ مِن اَجنَاسِ المُحدَثَاتِ مِن جَمِيعِ اللُّغَاتِ المُختَلِفَةِ الَّتِی يَتَكَلَّمُ بِهَا وُلدُ اٰدَمَ اليَومَ مِنَ العَرَبِيَةِ وَالفَارِسِيَةِ وَالرُّومِيَةِ وَغَيرِهَا

آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھا دیئے اور یہ ہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جنکو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے عربی۔ فارسی۔ رومی وغیرہ۔

تفسیر ابو السعود میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَقِيلَ اَسمَآءَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَقِيلَ اَسمَآءَ خَلقِهٖ مِنَ المَعقُولَاتِ وَ المَحسُوسَاتِ وَ المُتَخَيَّلَاتِ وَالمَوهُومَاتِ وَاَلهَمَهٗ مَعرِفَةَ ذَوَاتِ الاَشيَآءِ وَاَسمَآءَهَا وَخَوَاصَّهَا وَ مَعَارِفَهَا اُصُولَ العِلمِ وَقَوَانِينَ الصِّنَاعَاتِ وَتَفَاصِيلَ اٰلَاتِهَا وَكَيفِيَةَ اِستِعمَالَاتِهَا

"کہا گیا کہ حضرت آدم کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتا دیئے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتا دیئے عقلی، حسی، خیالی، وہمی چیزیں بتا دیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان، علم کے قواعد، ہنروں کے قانون، ان کے اوزاروں کی تفصیل اور انکے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔"

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَعَلَّمَهٗ اَحوَالَهَا وَ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا مِنَ المَنَافِعِ الدِّينِيَةِ وَالدُّنيَوِيَّةِ وَعَلَّمَ اَسمَآءَ المَلٰئِكَةِ وَ اَسمَاءَ ذُرِّيَتِهٖ وَ اَسمَآءَ الحَيوَانَاتِ وَالجَمَادَاتِ وَصَنعَةَ كُلِّ شَيئٍ وَ اَسمَآءَ المُدنِ وَالقُرٰى وَ اَسمَآءَ الطَّيرِ وَالشَّجَرِ وَ مَا يَكُونُ وَ اَسمَآءَ كُلِّ شَيئٍ يَخلُقُهَا اِلٰی يَومِ القِيٰمَةِ وَ اَسمَآءَ المَطعُومَاتِ وَ المَشرُوبَاتِ وَ كُلِّ نَعِيمٍ فِي الجَنَّةِ وَ اِسمَآءَ كُلِّ شَيئٍ وَ فِي الخَبرِ عَلَّمَهٗ سَبعَ مِائَةِ اَلفِ لُغَاتٍ

"اور حضرت آدم کو چیزوں کے حالات سکھاتے اور جو کچھ ان میں دینی و دنیاوی نفع ہیں وہ بتائے اور انکو فرشتوں کے نام انکی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائیگا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتا دیئے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔"

ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا ما کان اور ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے۔ آلات کا استعمال سب دکھا دئے۔ لیکن اب میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم تو دیکھو۔ حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں۔ شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں۔

اَوَّلُ نَائِبٍ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَ خَلِيفَتُهٗ اٰدَمُ عَلَيهِ السَّلَامُ

"حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک سے قبل سارے انبیاء حضور علیہ السلام کے نائب تھے یہ مولوی قاسم صاحب نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے خلیفہ کے علم کا یہ حال ہے۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔

اِنَّهٗ عَلَيهِ السَّلَامُ عُرِضَت عَلَيهِ الخَلَائِقُ مِن لَّدُن اٰدَمَ اِلٰی قِيَامِ السَّاعَةِ فَعَرَفَهُم كُلَّهُم كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَآءَ كُلَّهَا

"حضور علیہ السلام پر ساری مخلوقات از حضرت آدم تا روز قیامت پیش کی گئیں پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام

سکھائے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

۲) وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْ لُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت ۱۴۳) "اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں۔"

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیک شمارا و اخلاق و نفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

"حضور علیہ السلام اپنے بنور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔"

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

هٰذَا مَبْنِیٌّ عَلٰی تَضْمِیْنِ الشَّهِیْدِ مَعْنَی الرَّقِیْبِ وَ الْمُطَّلِعِ وَالْوَجْهُ فِیْ اِعْتِبَارِ تَضْمِیْنِ الشَّهِیْدِ الْاِشَارَةُ اِلٰی اَنَّ التَّعْدِیْلَ وَ التَّزْکِیَةَ اِنَّمَا یَکُوْنُ عَنْ خُبْرَةٍ وَ مُرَاقَبَةٍ بِحَالِ الشَّاهِدِ. وَ مَعْنٰی شَهَادَةِ الرَّسُوْلِ عَلَیْهِمْ اِطِّلَاعُه رُتْبَةَ کُلِّ مُتَدَیِّنٍ بِدِیْنِه فَهُوَ یَعْرِفُ ذُنُوْبَهُمْ وَ حَقِیْقَةَ اِیْمَانِهِمْ وَ اَعْمَالِهِمْ وَحَسَنَاتِهِمْ وَ سَیِّئَاتِهِمْ وَ اِخْلَاصِهِمْ وَنِفَاقِهِمْ وَغَیْرِ ذٰلِکَ بِنُوْرِ الْحَقِّ وَ اُمَّتُه یَعْرِفُوْنَ ذٰلِکَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ بِنُوْرِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

"یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنٰے بھی شامل ہیں اور اس معنٰی کے شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے۔ اور حضور علیہ اسلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنٰے یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں پس حضور علیہ السلام مسلمانوں کے گناہوں کو انکے ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانتے کی مگر حضور علیہ السلام کے نور سے۔"

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ثُمَّ یُؤْتٰی بِمُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَسْئَالُه عَنْ اُمَّتِه فَیُزَکِّیْهِمْ وَیَشْهَدُ بِصِدْقِهِمْ

"پھر قیامت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جاویگا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے تو آپ انکی صفائی کی گواہی دیں گے اور انکی سچائی کی گواہی دینگے۔"

تفسیر مدارک پارہ ۲ سورہ بقر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فَیُؤْتٰی بِمُحَمَّدٍ فَیَسْئَالُ عَنْ حَالِ اُمَّتِه فَیُزَکِّیْهِمْ وَ یَشْهَدُ بِعَدَالَتِهِمْ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یَعْلَمُ بِعَدَالَتِکُمْ

"پھر حضور علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور آپکی امت کے حال پوچھے جائیں گے پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان کرینگے اور انکے عادل ہونیکی گواہی دینگے لہذا حضور علیہ السلام تمہاری عدالت کو جانتے ہیں۔"

اس آیت اور ان تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہ الٰہی میں عرض کرینگی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا۔ ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے، تیرے احکام پہنچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہ کئے۔ رب تعالیٰ کا انبیاء کو حکم ہوگا کہ چونکہ تم مدعی ہو اپنا کوئی گواہ لاؤ۔ وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش فرمائینگے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں، انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یا نہیں (فاسق و فاجر اور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ مسلمان پرہیزگار کی گواہی قبول ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا زمانہ دیکھا نہ تھا۔ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور

حضور علیہ السلام دو باتوں کی گواہی دیں گے ایک یہ کہ لوگ فاسق یا کافر نہیں تا کہ ان کی گواہی قبول نہ ہو۔ بلکہ مسلمان اور پرہیزگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الٰہیہ پہنچائے تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہوئیں۔ایک یہ کہ حضور علیہ السلام قیامت تک کے مسلمان کے ایمان اعمال روزہ، نماز ونیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ پہلی یعنی صفائی کہ گواہی کیسی ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمالیا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اگر ہوئی تو کافر ہوگی وَلَا يَلِدُوٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا لہٰذا تو ان کو غرق کردے حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل فرمایا اس کا آئندہ حال معلوم کرلیا تھا کہ آئندہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہوگا تو سیّد الانبیاء علیہ السلام پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے دوسرے یہ کہ گزشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات حضور علیہ السلام نے بنور نبوت دیکھے تھے اور آپ کی گواہی دیکھی ہوئی تھی اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تو اس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے سنی گواہی کی اعتماد دیکھی گواہی پر ہوتی ہے تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ بچے نبی ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے۔اسی طرح حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیق فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہ ہی ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق اس کی دیکھا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان من آیات القرآن میں دیکھو اس گواہی کا ذکر آئندہ آیت میں بھی ہے۔

۳) وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۴۱)

"اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر ہم لاوینگے۔"

تفسیر نیشاپوری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَاهِدٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

"اس لئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کے دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

"حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں لہٰذا آپ امت کو انکی علامات سے جانتے ہیں اور انکے اعمال کو بھی اس لئے آپ ان پر گواہی دینگے۔

اَیْ شَاهِدًا عَلٰى مَنْ اٰمَنَ بِالْاِيْمَانِ وَعَلٰى مَنْ كَفَرَ بِالْكُفْرِ وَعَلٰى مَنْ نَافَقَ بِالنِّفَاقِ

"حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر انکے ایمان کے کافروں پر ان کے کفر کے منافقوں پر ان کے نفاق کے۔"

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از اول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر وایمان ونفاق واعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اسی لئے آپ سب کے گواہ ہیں یہ ہی تو علم غیب ہے۔

۴) مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ

وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اسکے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

يَعْلَمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ مِنْ اَوَّلِيَّاتِ الْاَمْرِ قَبْلَ الْخَلَائِقِ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنْ اَحْوَالِ الْقِيَامَةِ

"حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔"

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يَعْلَمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ مِنَ الْاُمُوْرِ الْاَوَّلِيَّاتِ قَبْلَ الْخَلَائِقِ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنْ اَحْوَالِ الْقِيَامَةِ وَفَزَعِ الْخَلْقِ وَغَضَبِ الرَّبِّ

"حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنیکے پہلے کے واقعات اور انکے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔"

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں مَنْ ذَا الَّذِیْ سے لیکر اِلَّا بِمَا شَآءَ تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان

ہوئے۔ باقی اول و آخر میں صفات الٰہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہوتا کہ نااہل کی شفاعت نہ ہو جاوے اور مستحق شفاعت سے محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لاعلاج مریضوں کو جانے تو فرمایا گیا **يَعلَم مَا بَينَ اَيدِيهِم** کہ جس کو ہم نے شفیع بنایا ہے۔ اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے کیوں کہ شفاعت کبریٰ کے لئے علم غیب لازمی ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے۔ یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا محض غلط اور بے دینی ہے جیسا کہ آئندہ آتا ہے **وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيءٍ مِن عِلمِهِ اِلَّا بِمَاشَآءَ** اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يَحتَمِلُ اَن تَكُونَ الهَاءُ كِنَايَةً عَنهُ عَلَيهِ السَّلَامُ يَعنِي هُوَ شَاهِدٌ عَلىٰ اَحوَالِهِم يَعلَمُ مَا بَينَ اَيدِيهِم مِن سِيَرِهِم وَ مُعَامَلَاتِهِم وَ قَصَصِهِم وَ مَا خَلفَهُم مِن اُمُورِ الاٰ خِرَةِ وَ اَحوَالِ اَهلِ الجَنَّةِ وَالنَّارِ وَ هُم لَا يَعلَمُونَ شَيئاً مِّن مَعلُو مَاتِهِ اِلَّا بِمَا شَآءَ مِن مَعلُومَاتِهِ عِلمُ الاَ ولِيَآءِ مِن عِلمِ الاَ نبِيَآ ءِ بِمَنزِلَةِ قَطرَةٍ مِن سَبعَةِ اَبحرٍ وَعِلمُ الاَ نبِيَآءِ مِن عِلمِ نَبِيِّنَا عَلَيهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ المَنزِ لَةِ فَكُلُّ رَسُو لٍ وَ نَبِيٍّ وَ وَ لِيٍّ ا خِذُونَ بِقَدرِ القَابِلِيَةِ وَ الاستِعدَادِ مِمَّا لَدَ يهِ وَ لَيسَ لِاَحَدٍ اَن يَّعدُوهُ اَو يَتَقَدَّمَ عَلَيهِ

احتمال یہ بھی ہے اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ السلام لوگونکے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں انکے اخلاق انکے معاملات اور انکے قصے وغیرہ اور انکے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جتنا کہ حضور چاہیں اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العٰلمین کے سامنے اسی درجہ کا۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ جائے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يَعنِي اَن يُطلِعَهُم عَلَيهِ و هُمُ الاَنبِيَاءُ وَ الرُّسُلُ وَ لِيَكُونَ مَايُطلِعُهُم عَلَيهِ من عِلمِ غَيبِهٖ دَلِيلاً عَلىٰ نُبُوَّتِهِم كَمَا قَالَ اللهُ تَعَا لىٰ فَلَا يُظهِرُ عَلىٰ غَيبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ار تَضىٰ من رَّسُو لٍ

”یعنی خدا تعالیٰ انکو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء و رسول ہیں تا کہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا انکی نبوت کی دلیل ہو جیسے رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب خاص پر کسی کو سوائے اس کے رسول جس سے رب راضی ہے۔“

تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يَعنِي لَا يُحِيطُونَ بِشَيءٍ مِن عِلمِ الغَيبِ اِلَّا بِمَا شَآ ءَ مِمَّا اَ خبَرَ بِهِ الرُّسُلُ

”یعنی یہ لوگ علم غیب کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر کہ خدا چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔“

اس آیت اور ان تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب ہی دینا چاہے تو اس کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور رب تو انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بعض مومنین کو دیا۔ لہٰذا ان کو بھی بہ عطائے الٰہی علم غیب حاصل ہوا۔ کتنا دیا اس کا ذکر آئندہ آوے گا۔

یا یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کو کوئی نہیں پا سکتا۔ مگر جس کو حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں تو عطا فرما دیں۔ لہٰذا از حضرت آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا۔ وہ حضور علیہ السلام کے علم دریا کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت ہم **عَلَّمَ اٰدَمَ** کی آیت کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

۵) وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطلِعَكُم عَلىٰ الغَيبِ وَ لٰكِنَّ اللهَ يَجتَبِي مِن رُّسُلِهٖ مَن يَّشَاءُ (پارہ۴سورہ ۳آیت ۱۷۹)

”اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔“

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُوْتِيَ اَحَدَكُم عِلمَ الغَيبِ فَيَطَّلِعَ عَلىٰ مَا فِي القُلُوبِ مِن كُفرٍ وَّ اِيمَانٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجتَبِي لِرِسَالَتِهٖ مَن يَّشَاءُ فَيُوحِي اللّٰهُ وَيُخبِرُه بِبَعضِ المُغَيَّبَاتِ اَو يَنصِبُ لَه مَا يَدُلُّ عَلَيهِ.

''خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتے کا کہ مطلع کرے اس کفر و ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کیلئے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اسکی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کیلئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر راہبری کریں۔''

تفسیر خازن میں ہے۔

لٰكِنَّ اللّٰهَ يَصطَفِي وَ يَختَارُ مِن رُسُلِهٖ مَن يَّشَاءُ فَيُطلِعُه عَلىٰ بَعضِ عِلمِ الغَيبِ

''لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس انکو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر۔''

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فَاَمَّا معرِفَةُ ذٰلِكَ عَلىٰ سَبِيلِ الاعلَامِ مِنَ الغَيبِ فَهُوَ مِن خَوَاصِّ الاَنبِيَاءِ (جمل) اَلمَعنىٰ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجتَبِي اَن يَصطَفِيَ مِن رُسُلِهٖ مَن يَّشَاءُ فَيُطلِعُه عَلَى الغَيبِ (جلالين) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطلِعَكُم عَلَى الغَيبِ فَتَعرِفُوا المُنَافِقَ قَبلَ التَّمِيزِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجتَبِي وَ يَختَارُ مَن يَّشَاءُ فَيُطلِعُ عَلىٰ غَيبِهٖ كَمَا اَطلَعَ النَّبِيَّ عَلَيهِ السَّلَامُ عَلىٰ حَالِ المُنَافِقِينَ

''لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہوئیکے جان لینا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔ (جمل) معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کریگا تا کہ فرق کرنے سے پہلے منافقوں کو جان لو۔ لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے تو اسکو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔''

روح البیان میں ہے۔

فَاِنَّ غَيبَ الحَقَائِقِ وَالاَحوَالِ لَا يَنكَشِفُ بِلَا وَاسِطَةِ الرَّسُولِ.

''کیونکہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول علیہ السلام کے واسطے سے۔''

ان آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ما کان و ما یکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔

۲) وَعَلَّمَكَ مَا لَم تَكُن تَعلَمُ وَكَانَ فَضلُ اللّٰهِ عَلَيكَ عَظِيمًا اَي مِنَ الاَحكَامِ وَالغَيبِ اَنزَلَ اللّٰهُ عَلَيكَ الكِتَابَ وَالحِكمَةَ وَاَطلَعَكَ عَلىٰ اَسرَارِهِمَا وَوَاقَفَكَ عَلىٰ حَقَائِقِهِمَا. يَعنِي مِن اَحكَامِ الشَّرعِ وَاُمُورِ الدِّينِ وَقِيلَ عَلَّمَكَ مِن عِلمِ الغَيبِ مَالَم تَكُن تَعلَمُ وَقِيلَ مَعنَاهُ عَلَّمَكَ مِن خَفِيَّاتِ الاُمُورِ وَاَطلَعَكَ عَلىٰ ضَمَائِرِ القُلُوبِ وَعَلَّمَكَ مِن اَحوَالِ المُنَافِقِينَ وَكَيدِهِم مِن اُمُورِ الدِّينِ وَالشَّرَائِعِ اَو مِن خَفِيَّاتِ الاُمُورِ وَضَمَائِرِ القُلُوبِ

''اور تم کو سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (جلالین) یعنی احکام اور علم غیب (تفسیر کبیر) اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپکو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور انکی حقیقتوں پر واقف کیا۔ (خازن) یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپکو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ آپکو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتادیے (مدارک) دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے۔''

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے ماتحت نقل فرماتے ہیں۔

''آں علم ما کان و ما یکون ہست کہ حق سبحانہ، در شب اسرا بداں حضرت عطا فرمود۔ چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمتُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ جامع البیان قَبلَ نُزُولِ ذٰلِكَ مِن خَفِيَّاتِ الاُمُورِ یہ ما کان اور ما یکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتا دیں جو قرآن کے نزول سے پہلے

آپ نہ جانتے تھے۔
اس آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کوتمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات، لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتادیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

۷) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ اِنَّ الْقُرانَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى جَمِيعِ الاَحْوَالِ (خازن)

"ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔ (خازن)"

تفسیر انوار التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يَعْنِي اللَّوحَ الْمَحْفُوظَ فَاِنَّهُ مُشْتَمِلٌ عَلٰى مَا يَجْرِي فِي الْعَالَمِ مِن جَلِيلٍ وَّ دَقِيقٍ لَمْ يُهْمَلْ فِيهِ اَمْرُ حَيْوَانٍ وَلَا جَمَادٍ

"کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔"

تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اَى مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ ذِكْرَ اَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ لٰكِن لَّا يُبْصِرُ ذِكْرَ فِي الْكِتَابِ اِلَّا الْمُؤَيَّدُونَ بِاَنْوَارِ الْمَعْرِفَةِ

"یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جنکی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔"

امام شعرانی طبقات کبرے میں فرماتے ہیں۔ ماخوذ از و خال السنان صفحہ ۵۵

لَو فَتَحَ اللّٰهُ عَن قُلُوبِكُم اَقْفَالَ الْمُسَدَدِ لَا طَّلَعْتُم عَلٰى مَا فِي الْقُرانِ مِنَ الْعُلُومِ وَاسْتَغْنَيْتُم عَنِ النَّظْرِ فِي سِوَاهُ فَاِنَّ فِيهِ جَمِيعَ مَارُقِمَ فِي صَفْحَاتِ الْوُجُودِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ

"اگر خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علوں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسرے چیز سے بے پرواہ ہو جاؤ۔"

کیونکہ قرآن میں تمام وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ

اس آیت اوران تفاسیروں سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا وآخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن بھی حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا وآخرت کے حالات حضور علیہ السلام کے علم میں ہوئے۔ کیونکہ سارے علوم قرآن اور لوح محفوظ میں ہیں۔ اور قرآن ولوح محفوظ حضور کے علم ہیں۔

۸) وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (پارہ۷سورہ۶ آیت ۵۹)

(روح البیان) هُوَ اللَّوحُ الْمَحْفُوظُ فَقَد ضَبَطَ اللّٰهُ فِيهِ جَمِيعَ الْمَقْدُورَاتِ الْكَونِيَّةِ لِفَوَائِدَ تَرْجِعُ اِلَى الْعِبَادِ يَعْرِفُهَا الْعُلَمَآءُ بِاللّٰهِ (تفسیر کبیر یہ ہی آیت) وَفَائِدَةُ هٰذَا الْكِتَابِ اُمُورٌ اَحَدُهَا اَنَّهُ تَعَالٰى كَتَبَ هٰذِهِ الاَحْوَالَ فِي اللَّوحِ الْمَحْفُوظِ لِتَقِفَ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى نَفَاذِ عِلْمِ اللّٰهِ فِي الْمَعْلُومَاتِ فَيَكُونُ ذٰلِكَ عِبْرَةً تَامَّةً كَامِلَةً لِلْمَلٰئِكَةِ الْمُوَكَّلِينَ بِاللَّوحِ الْمَحْفُوظِ لِاَنَّهُم يُقَابِلُونَ بِهِ مَا يَحْدُثُ فِي صَحِيفَةِ هٰذَا الْعَالَمِ فَيَجِدُونَهُ مُوَافِقًا لَّهُ (تفسیر خازن ہی آیت) وَالثَّانِي اَنَّ الْمُرَادَ بِالْكِتَابِ الْمُبِينِ هُوَ اللَّوحُ الْمَحْفُوظُ لِاَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ فِيهِ عِلْمَ مَا يَكُونُ وَمَا قَد كَانَ قَبْلَ اَن يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ وَفَائِدَةُ اِحْصَاءِ الاَشْيَآءِ كُلِّهَا فِي هٰذَا الْكِتَابِ لِتَقِفَ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى اِنْفَاذِ عِلْمِهِ

"وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ساری ہو سکنے والی چیزیں جمع فرمادیں ان فائدوں کی وجوں سے جو بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ انکو علمائے ربانی جانتے ہیں اس لکھنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا۔ تاکہ ملائکہ خبردار ہو جائیں ان معلومات میں علم الٰہی جاری ہونے پر پس یہ بات ان فرشتوں کے لئے پوری پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے موافق پاتے ہیں دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا

اوران تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اسکے علم کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔"

تفسیر مدارک یہی آیت **هُوَ عِلْمُ اللهِ اَوِ اللَّوحِ** "وہ کتاب یا تو علم الٰہی ہے یا لوح محفوظ۔"

تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

كُلُّ ذٰلِكَ فِي اللَّوحِ الْمَحفُوظِ مُبِينٌ مِقدَارُهَا وَ وَقتُهَا

"یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔"

اس آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اوالله کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفیٰ علیہ السلام ان سب کو محیط ہے لہذا یہ تمام علوم علم مصطفیٰ علیہ السلام کے دریا کے قطرے ہیں۔

۹) نَزَّلنَا عَلَيكَ الكِتَابَ تِبيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت ۸۹)

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

تفسیر حسینی یہی آیت **نَزَّلنَا فرستادیم عَلَيكَ الكِتَابَ بر تو قرآن تِبيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ بیان روشن برائے همه چیز از امور دین و دنیا تفصیل و اجمال** (تفسیر روح البیان یہی آیت) **يَتَعَلَّقُ بِاُمُورِ الدِّينِ مِن ذَالِكَ اَحوَالُ الاُمَمِ وَاَنبِيَآءِ هِم** (تفسیر اتقان یہی آیت) **قَالَ الْمُجَاهِدُ يَومًا مَا مِن شَيءٍ فِي العَالَمِ اِلَّا هُوَ فِي كِتَابِ اللهِ فَقِيلَ لَه فَاَينَ ذِكرُ الخَانَاتِ فَقَالَ فِي قَولِهٖ لَيسَ عَلَيكُم جُنَاحٌ اَن تَدخُلُوا بُيُوتًا غَيرِ مَسكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُم**

"ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن دین ودنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی تفصیلی واجمالی۔ اس کے بیان کیلئے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں اور اس میں سے امتوں اور انکے پیغمبروں کے حالات ہیں حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ علام میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔"

اس آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اور قرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا **اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُراٰنَ** یہ تمام چیزیں علم مصطفیٰ علیہ السلام میں آئیں۔

۱۰) وَتَفصِيلَ الكِتَابِ لَا رَيبَ فِيهِ (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت ۳۷)

"اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں۔"

(جلالین یہی آیت) **تَفصِيلَ الكِتَابِ تُبَيِّنُ مَا كَتَبَ اللهُ تَعَالٰے مِنَ الاَحكَامِ وَغَيرِهَا** (جمل یہی آیت) **اَى فِي اللَّوحِ المَحفُوظِ** (روح البیان یہی آیت) **اى و تَفصِيلَ مَا حُقِّقَ وَ اُثبِتَ مِنَ الحَقَائِقِ وَ الشَّرَائِعِ وَ فِي التَّاوِيلَاتِ النَّجمِيَةِ اَى تَفصِيلَ الجُملَةِ الَّتِي هِيَ المُقَدَّرُ المَكتُوبُ فِي الكِتٰبِ الَّذِى لَا يَتَطَرَّقُ اِلَيهِ المَحوُ وَالاِثبَاتُ لِاَنَّه اَزَلِيٌّ اَبَدِى**

یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اوران کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو الله تعالیٰ نے لکھ دیں۔ یعنی لوح محفوظ میں تفصیل ہے۔ یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جا چکی ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آ چکی ہیں اور اس کتاب میں لکھی جا چکی ہیں جس میں رد و بدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی وابدی ہے۔

اس آیت میں سارے تفسیر سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں۔ **وَلَا رَطبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِين** اور قرآن حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ **اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُراٰنَ** لہذا سارا لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔

۱۱) مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفتَرٰى وَلٰكِن تَصدِيقَ الَّذِى بَينَ يَدَيهِ وَتَفصِيلَ كُلِّ شَيءٍ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت ۱۱۱)

(تفسیر خازن یہی آیت) يَعۡنِي فِي هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ الۡمُنَزَّلِ عَلَيۡكَ يَا مُحَمَّدُ تَفۡصِيلُ كُلِّ تَحۡتَاجُ اِلَيۡهِ مِنَ الۡحَلَالِ وَ الۡحَرَامِ وَ الۡحُدُوۡدِ وَالۡاَحۡكَامِ وَ الۡقَصَصِ وَ الۡمَوَاعِظِ وَالۡاَمۡثَالِ وَغَيۡرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَحۡتَاجُ اِلَيۡهِ الۡعِبَادُ فِيۡ اَمۡرِ دِيۡنِهِمۡ وَدُنۡيَاهُمۡ تفسیر حسینی میں ہے وَتَفۡصِيۡلُ كُلِّ شَيۡءٍ مَا مِنۡ شَيۡءٍ فِي الۡعَالَمِ اِلَّا هُوَ فِيۡ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى "یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہمہ چیز ہا کہ محتاج باشد در دین و دنیا۔"

۱۲) اَلرَّحۡمٰنُ ۝ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ۝ (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت ۱ تا ۴)

تفسیر معالم التنزیل وحسینی یہی آیت خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ اَيۡ مُحَمَّدًا عَلَيۡهِ السَّلَامُ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ يَعۡنِيۡ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوۡنُ

"یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلی کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان۔ یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا۔"

اے محمد ﷺ ہر اس چیز کی تفصیل ہے جسکی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام سزائیں اور احکام اور قصے اور نصیحتیں اور مثالیں۔ ان کے علاوہ اور وہ چیزیں جن کی بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔ یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جسکی دین و دنیا میں ضرورت ہو۔ (کتاب الاعجاز لابن سراقہ میں ہے) عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان اس کو سکھایا۔ اللہ نے انسان یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھا دیا۔

تفسیر خازن یہی آیت۔ قِيۡلَ اَرَادَ بِالۡاِنۡسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ يَعۡنِيۡ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوۡنُ لِاَنَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ عَنۡ خَبَرِ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ وَعَنۡ يَوۡمِ الدِّيۡنِ

"کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن خبر دے دی گئی۔"

(روح البیان یہی آیت) وَعَلَّمَ نَبِيَّنَا عَلَيۡهِ السَّلَامُ الۡقُرۡاٰنَ وَاَسۡرَارَ الۡاُلُوۡهِيَّةِ كَمَا قَالَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ

"یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھا دیئے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھا دیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔"

(معالم التنزیل یہ آیت) وَقِيۡلَ الۡاِنۡسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ عَلَيۡهِ السَّلَامُ وَبَيَانُهٗ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ

"کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔"

تفسیر حسینی یہی آیت یا وجود محمد را بیاموزانید و ے یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کی ذات کو اور سکھایا ان کو جو ہو چکا ہے یا ہوگا۔ ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔

۱۳) مَا اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ (تفسیر روح البیان یہی آیت) اَيۡ لَيۡسَ بِمَسۡتُوۡرٍ عِلۡمًا كَانَ فِي الۡاَزَلِ وَ مَا سَيَكُوۡنُ اِلَى الۡاَبَدِ لِاَنَّ الۡجَنَّ هُوَ السَّتۡرُ بَلۡ اَنۡتَ عَالِمٌ بِمَا كَانَ وَخَبِيۡرٌ بِمَا سَيَكُوۡنُ

"تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جو ابد تک ہونگی۔ کیونکہ جن کے معنیٰ ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔"

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

۱۴) وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۶۵)

"اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔"

(تفسیر در منشور طبری یہی آیت) عَنۡ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ فِيۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰى وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ الخ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الۡمُنَافِقِيۡنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدۡرِيۡهِ بِالۡغَيۡبِ

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد ﷺ خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا۔ جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

۱۵) فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت ۲۶)

''تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔''

(تفسیر کبیر یہ ہی آیت)

اَیْ وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْغَیْبِ الَّذِیْ لَایُظْهِرُهُ اللّٰهُ لِاَحَدٍ فَاِنْ قِیْلَ فَاِذَا اَحَمَلْتُم ذٰلِکَ عَلَی الْقِیٰمَةِ فَکَیْفَ قَالَ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مَعَ اَنَّهٗ لَا یُظْهِرُ هٰذَا الْغَیْبَ لِاَحَدٍ قُلْنَا بَلْ یُظْهِرُهٗ عِنْدَ قُرْبِ الْقِیٰمَةِ

''یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کرلیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا! مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرمادیگا۔''

تفسیر عزیزی صفحہ ۱۷۳۔ آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت واحکام تکوینیہ وسرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز وہر شریعت ومثل حقائق ذات وصفات اوتعالیٰ علیٰ سبیل التفصیل ایں قسم راغیب خاص اوتعالیٰ نیز می نامند **فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا** پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس رامگر کسی را کہ پسند میکند وآں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام اوراظہار بعضے ازعیوب خاصہ خود نی فرمائد۔

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) **اِلَّا مَنْ یَّصْطَفِیْهِ لِرِسَالَتِهٖ وَنُبُوَّتِهٖ فَیُظْهِرُهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنَ الْغَیْبِ حَتّٰی یُسْتَدَلَّ عَلٰی نُبُوَّتِهٖ بِمَا یُخْبِرُ بِهٖ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ مُعْجِزَةً لَّهٗ**

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات وصفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرمادے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کو اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔ سوا اس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کیلئے چن لیا پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے غیب تاکہ انکی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

(روح البیان یہ ہی آیت) **قَالَ ابْنُ الشَّیْخِ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَا یُطْلِعُ عَلَی الْغَیْبِ الَّذِیْ یَخْتَصُّ بِهٖ تَعَالٰی عِلْمُهٗ اِلَّا لِمُرْتَضَی الَّذِیْ یَکُوْنُ رَسُوْلًا وَّمَالَا یَخْتَصُّ بِهٖ یُطْلِعُ عَلَیْهِ غَیْرَ الرَّسُوْلِ**

ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے۔

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔

۱۶) فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔''

مدارج النبوۃ جلد اول وصل رویۃ الٰہی میں ہے۔

فَاَوْحٰی الآیۃ بتمام علوم ومعارف وحقائق وبشارات واشارات، اخبار وآثار وکرامات وکمالات دراحیطہ ایں ابہام داخل است وہمہ راشامل و کثرت وعظمت اوست کہ مبہم آورد وبیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علم علام الغیوب ورسول محبوب بہ آں محیط نتواند شد مگر آں چہ آں حضرت بیان کردہ۔ معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں وکمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں انکی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہیں احاطہ کرسکتا۔ ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور علیہ السلام کو، وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کرسکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں ماکان وما یکون تو صرف بیان کے لئے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی۔

۱۷) وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔''

یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو علم غیب ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام لوگوں کو اس سے مطلع فرما دیتے ہوں۔

(معالم التنزیل یہ ہی آیت) عَلَى الغَيبِ وَخبرِ السَّمآءِ وَمَا اطُّلِعَ عَلَيهِ مِنَ الاَخبارِ وَالقَصصِ بِضَنِينٍ اى بِبَخِيلٍ يَقُولُ اِنَّه يَاتِيهِ عِلمُ الغَيبِ فَلا يَبخَلُ بِهٖ عَلَيكُم بَل يُعَلِّمُكُم وَيُخبِرُكُم وَلَا يَكتُمُه كَمَا يَكتُمُ الكَاهِنُ (خازن یہ ہی آیت) يَقُولُ اِنَّه عَلَيهِ السَّلامُ يَاتِيهِ عِلمُ الغَيبِ فَلا يَبخَلُ بِهٖ عَلَيكُم بَل يُعَلِّمُكُم

حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں وقصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

اس آیت وعبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں۔ اور سکھائے گا وہ ہی جو خود جانتا ہے۔

۱۸) وَعَلَّمنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلمًا ''اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی حضرت خضر کو۔''

(بیضاوی میں یہ ہی آیت) اَى مِمَّا يَختَصُّ بِنَا لَا يَعلَمُ اِلَّا بِتَوقِيفِنَا وَهُوَ عِلمُ الغَيبِ

''حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔''

تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قَالَ اِنَّکَ لَن تَستَطِيعَ مَعِىَ صَبرًا كَانَ رَجُلًا يَعلَمُ عِلمَ الغَيبِ قَد عَلِمَ ذٰلِکَ

''حضرت خضر نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔''

(روح البیان یہ ہی آیت) هُوَ عِلمُ الغُيُوبِ وَالاَخبَارُ عَنهَا بِاِذنِهٖ تَعَالٰى كَمَا ذَهَبَ اِلَيهِ ابنُ عَبَّاسٍ

''حضرت خضر کو جو لدنی علم سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے ہیں۔''

(تفسیر مدارک یہ ہی آیت) يَعنِى الاَخبَارَ بِالغُيُوبِ وَقِيلَ العِلمُ اللَّدُنِّى مَا حَصَلَ لِلعَبدِ بِطَرِيقِ الاِلهَامِ

''یعنی حضرت خضر کو غیب کی خبریں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔''

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) اَى عِلمَ البَاطِنِ اِلهَامًا ''یعنی حضرت خضر کو علم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔''

اس آیت وتفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا جس سے لازم آیا کہ حضور علیہ السلام کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق الٰہی سے زیادہ عالم ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی مخلوق ہیں۔

۱۹) وَكَذٰلِکَ نُرِى اِبرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔''

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) اُقِيمَ عَلٰى صَخرَةٍ وَّكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى العَرشَ وَالكُرسِىَّ وَمَا فِى السَّمٰوٰتِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الاَرضِ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى اَسفَلِ الاَرَضِينَ وَرَاٰى مَا فِيهَا مِنَ العَجَائِبِ.

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کیلئے آسمان کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کیلئے زمین کھولدی گئی یہانتک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔''

(تفسیر مدارک یہ ہی آیت) قَالَ مُجَاهِدٌ فُرِجَت لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَا فِيهِنَّ حَتّٰى انتَهٰى نَظَرُهٗ اِلَى العَرشِ وَفُرِجَت لَهُ الاَرضُونَ السَّبعُ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى مَا فِيهِنَّ

''روح البیان یہ ہی آیت'' عجائب وبدائع آسمانہا وزمین باز درہ عرش تا تحت الثریٰ بروے منکشف ساختہ۔ مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔ ابراہیم کو آسمان وزمین کی عجائبات وغرائبات دکھائے اور عرش کی بلندی سے تحت الثریٰ تک کھول دیا۔

تفسیر ابن جریر ابن حاتم میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اِنَّهٗ جَلَّ لَهُ الْاَمْرُ سِرُّهٗ وَعَلَانِيَتُهٗ فَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْئٌ مِنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ.

''حضرت ابراہیم پر کھلی و پوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان پر مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔''

(تفسیر کبیر یہی آیت) اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ فَوْقِيَّةُ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِيْ وَرَاَى مَافِي السَّمٰوٰتِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعِ وَرَاَى مَافِيْ بَطْنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ

''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کیلئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی علم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔''

اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت الثریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کی بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔

خیال رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آگئی اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لہذا ما کان وما یکون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علم ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔

(۲۰) یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ اس کی تفسیر روح البیان و کبیر و خازن میں ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہیں کھانے کے گذشتہ و آئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جائے گا۔ تفسیر کبیر نے تو فرمایا کہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہ ہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو پھر فرماتے ہیں۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت ۳۷) یہ علم تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے۔

اب بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ علم یوسفی تو علم مصطفیٰ کے سمندر کا قطرہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت ۴۹)

''میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے اور اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔''

دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اسکی خبر آپ باہر دے رہے ہیں یہ علم غیب۔

(۲۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت ۱۰۱)

''اے ایمان والو ایسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں۔''

بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت کی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِيْ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ اَيْنَ نَاقَتِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ

تتمہ مخالفین سے ان دلائل کے جواب کچھ نہیں بنتے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن آیات میں كُلَّ شَيْءٍ کا ذکر ہوا یا فرمایا گیا مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ان میں مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ اور چیزیں اس کے لئے چند دلائل لاتے ہیں۔

(۱) كُلُّ شَيْءٍ غیر متناہی (بے انتہا) ہیں اور غیر متناہی چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدے سے بالکل باطل ہے دلیل تسلسل سے۔

(۲) بہت سے مفسرین نے بھی كُلُّ شَيْءٍ کے معنے لئے ہیں مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔

(۳) قرآن پاک میں بہت جگہ كُلُّ شَيْءٍ فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بلقیس کو كُلِّ شَيْءٍ دی گئی۔ حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں۔

مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی ہے اور دھوکا۔ ان کے جوابات یہ ہیں۔

عربی زبان میں کلمہ کل اور کلمہ ما عموم کے لئے آتے ہیں۔ اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے۔ چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

(۱) كُلَّ شَيْءٍ غیر متناہی نہیں۔ بلکہ متناہی ہیں۔ تفسیر کبیر زیر آیت وَاَحْصٰی كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ہے۔

قُلنَا لاَ شَكَّ اِنَّ اِحصَاءَ العَدَدِ اِنَّمَا يَكُونُ فِي المُتَنَاهِي فَاَمَّا لَفظَةُ كُلِّ شَيءٍ فَاِنَّهَا لاَ تَدُلُّ عَلٰى كَونِهِ غَيرَ مُتَنَاهٍ لِاَنَّ الشَّيءَ عِندَنَا هُوَ المَوجُودَاتُ وَالمَوجُودَاتُ مُتَنَاهِيَةٌ فِي العَدَدِ اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہوسکتا ہے لیکن لفظ كُلَّ شَيْءٍ اس شئی کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شَيْءٍ موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت وَاَحْصٰی كُلَّ شَيْءٍ کے ماتحت فرمایا۔

وَهٰذِهِ الاٰيَةُ مِمَّا يُستَدَلُّ عَلٰى اَنَّ المَعدُومَ لَيسَ بِشَيْءٍ لِاَنَّهُ لَو كَانَ شَيئًا لَكَانَتِ الاَشيَاءُ غَيرَ مُتَنَاهِيَةٍ وَكَونُهُ اَحصٰى عَدَدَهَا يَقتَضِي كَونَهَا مُتَنَاهِيَةً اِحصَاءَ العَدَدِ اِنَّمَا يَكُونُ فِي المُتَنَاهِي

اس آیت سے اس پر بڑی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ معدوم (غیر موجود) شئی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بھی شئی ہوتی تو چیزیں غیر متناہی (بے انتہا) ہوجاتیں۔ اور چیزوں کا شمار میں آنا چاہتا ہے کہ چیزیں متناہی ہوں کیونکہ عدد سے شمار متناہی ہوسکتی ہے۔

(۲) اگر بہت سے مفسرین نے كُلَّ شَيْءٍ سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے کلی علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں۔ اور بعض ثبوت کے۔ تو ثبوت والوں کو ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

نوالانوار بحث تعارض میں ہے۔ وَالمُثبِتُ اَولٰى مِنَ النَّافِي ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں۔ تو جن تفسیروں کے حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ کا ثبوت ہے لہذا وہ ہی قابل قبول ہیں۔ نیز كُلَّ شَيْءٍ کی تفسیر خود احادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ہم بیان کریں گے کہ کوئی ذرہ کوئی قطرہ ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ آگیا ہو اور ہم مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالحدیث اور تفسیروں سے بہتر ہے لہذا حدیث ہی کی تفسیر مانی جاوے گی۔

نیز مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی انہوں نے بھی دوسری چیزوں کی نفی تو نہ کی۔ لہذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو؟ کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کی نفی کیسے ہوگی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تَقِيكُمُ الحَرَّ یعنی تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ تو کیا کپڑے سردی سے نہیں بچاتے؟ مگر ایک چیز کا ذکر نہ فرمایا۔ نیز دین تو سب ہی کو شامل ہے۔ عالم کی کون سے چیز ایسی ہے۔ جس پر دین کے احکام حرام حلال وغیرہ جاری نہیں ہوتے تو ان کا یہ فرمانا کہ دینی علم مکمل کر دیا سب کو شامل ہے۔

(۳) بلقیس وغیرہ کے قصہ میں جو كُلَّ شَيْءٍ آیا ہے۔ وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں كُلَّ شَيْءٍ سے مراد سلطنت کے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ اس لئے وہاں گویا مجازی معنیٰ مراد لئے گئے یہاں کونسا قرینہ ہے۔ جس کی وجہ سے كُلَّ شَيْءٍ کے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مجازی معنیٰ مراد لئے جاویں خیال رہے۔ کہ قرآن کریم نے ہدہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا اُوتِيَت مِن كُلِّ شَيْءٍ بلقیس کو ہر چیز دی گئی خود رب نے یہ خبر نہ دی۔ ہدہد سمجھا کہ بلقیس کو دنیا کی تمام چیزیں مل گئیں۔ مگر مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تِبيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہدہد غلطی کر سکتا ہے رب کا کلام غلط نہیں ہوسکتا اس نے تو یہ بھی کہا وَلَهَا عَرشٌ عَظِيمٌ کیا تخت بلقیس عرش عظیم تھا۔ بلکہ قرآن کی اور آئتیں تو بتا رہی ہیں کہ كُلَّ شَيْءٍ سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ فرماتا ہے۔ وَلاَ رَطبٍ وَّلاَ يَابِسٍ اِلاَّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ کوئی خشک وتر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ یا قرآن کریم میں نہ ہو پھر آنے والی احادیث اور علماء اور محدثین کے قول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ ہم حاضر وناظر کی بحث میں انشاء اللہ بتائیں گے کہ تمام عالم ملک الموت کے سامنے ایسا ہے۔ جیسا ایک طشت۔ اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگالیتا ہے۔ اور یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے زیادہ حضور علیہ السلام کا علم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو بھی ان چیزوں کا علم ہو۔ حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم لہذا حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننا پڑیں گے۔ ہمارا مدعیٰ ہر حال میں ثابت ہے۔ والحمد للہ۔

دوسری فصل

علم غیب کی احادیث کے بیان میں

اس فصل میں ہم نمبروار احادیث بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی نمبروں کی ترتیب سے تیسری فصل میں ان حدیثوں کی شرح بیان کریں گے۔

(۱) بخاری کتاب بدء الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوم باب بدء الخلق وذکر الانبیاء میں حضرت فاروق سے روایت ہے۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

''حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی میں جس نے یاد رکھا۔ اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔''

اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) پھر عالم کی انتہا کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

(۲) مشکوٰۃ باب المعجزات میں مسلم سے بروایت عمرو ابن اخطب اسی طرح منقول ہے مگر اس میں اتنا اور ہے۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا

''ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔''

(۳) مشکوٰۃ باب الفتن میں بخاری و مسلم سے بروایت حضرت حذیفہ ہے۔

مَا تَرَكَ شَيْئًا يَّكُوْنُ مَقَامِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

''حضور علیہ السلام نے اس جگہ قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔''

(۴) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَءَيْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا

''اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔''

(۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے۔

رَءَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جسکی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

(۶) شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا

''اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔''

(۷) مشکوٰۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے۔

فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ ''پس ہمارے لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔''

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مِنْ ثَلٰثِ مِائَةٍ فَصَاعِدًا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤٗدَ

''نہیں چھوڑا حضور علیہ السلام نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام بتا دیا۔''

(۱۰) مشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء میں بخاری سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ دَوَآبَّه فَتُسْرَجُ فَیَقْرَءُ الْقُراٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ

''حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کو اس قدر ہلکا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔''

یہ حدیث اس جگہ اس لئے بیان کی گئی کہ اگر حضور علیہ السلام نے ایک وعظ میں از اول تا آخر واقعات بیان فرما دیئے تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ حضرت داؤد آن کی آن میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

(۱۱) مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حَجْرِکَ.

''حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا کے فرزند پیدا ہوگا۔ جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔''

(۱۲) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے۔

مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً وَقَالَ لَعَلَّه اَنْ یُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا

''حضور علیہ السلام دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ کو لے کر اسکو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔''

(۱۳) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور تفسیر خازن میں زیر آیت **لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ** ہے۔

قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ السَّاعَةَ وَذَکَرَ اَنَّ بَیْنَ یَدَیْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْ شَیْئٍ فَلْیَسْئَلْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْنَ مُدْخَلِیْ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَةُ ثُمَّ کَثُرَ اَنْ قُوْلَ سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ

''حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں عبداللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔''

خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے، دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔

(۱۴) باب مناقب علی میں ہے۔

قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه.

''حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جسکے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرما دیگا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

(۱۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَیِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ

''ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی ہم نے انکے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔''

(۱۶) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصرَعُ فُلَانٍ یَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا ھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُھُم عَن مَوضِعِ یَدِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

''حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔''

خیال رہے کہ کو کس جگہ مرے گا۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

(۱۷) مشکوٰۃ باب المعجزات میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

فَقَالَ رَجُلٌ تَاللّٰہِ اِن رَاَیتُ کَالیَومِ ذِئبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئبُ اَعجَبُ مِن ھٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخلَاتِ بَینَ الحَرَّتَینِ یُخبِرُکُم بِمَا مَضٰی وَمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعدَکُم

''شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک صاحب (حضور) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں ہیں اور تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔''

(۱۸) تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَاکَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَااَنْتُم عَلَیْہِ ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ عَلَیہِ السَّلَامُ عُرِضَت عَلَیَّ اُمَّتِی فِی صُوَرِھَا فِی الطِّینِ کَمَا عُرِضَت عَلٰی اٰدَمَ وَ اُعلِمتُ مَن یُّؤمِنُ وَمَن یَّکفُرُ بِی فَبَلَغَ ذٰلِکَ المُنَافِقِینَ قَالُوا استِھزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعلَمُ مَن یُّؤمِنُ بِہٖ وَمَن یَّکفُرُ مِمَّن لَم یُخلَق بَعدُ وَنَحنُ مَعَہٗ وَمَا یَعرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُولُ اللّٰہِ عَلَیہِ السَّلَامُ فَقَامَ عَلَی المِنبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثنٰی عَلَیہِ ثُمَّ قَالَ مَابَالُ اَقوَامٍ طَعَنُوا فِی عِلمِی لَا تَسئَلُونِی عَن شَیئٍ فِیمَا بَینَکُم وَبَینَ السَّاعَۃِ اِلَّا نَبَّاتُکُم بِہٖ

''حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لاویگا اور کون کفر کریگا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کی پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔''

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنے کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت تک کہ واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

(۱۹) مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

اِنِّی لَاَعرِفُ اَسمَاءَ ھُم وَاَسمَاءَ اٰبَاءِ ھِم وَ اَلوَانَ خُیُولِھِم خَیرُ فَوَارِسَ اَومِن خَیرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَھرِ الاَرضِ

''ہم ان کے (دجال سے جہاد کی تیاری کرنیوالوں) نام ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔''

(۲۰) مشکوٰۃ شریف باب مناقب ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمانوں کے تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ حالانکہ بعض بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی قدر پر کفایت کی گئی ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور ﷺ

کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کف دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو تو عالم اجسام، عالم ارواح، عالم امر، عالم امکان عالم ملائکہ، عرش وفرش غرضیکہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے اور عالم میں لوح محفوظ بھی ہے۔ جس میں سارے حالات ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفی ﷺ سے پوشیدہ نہیں کہ عبداللہ کے والد حذیفہ کو بتادیا۔ چوتھے یہ معلوم ہوا کہ کون کب مرے گا۔ کہاں مرے گا۔ کس حال میں مرے گا۔ کافر یا مومن، عورت کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی میرے حضور علیہ السلام پر مخفی نہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے۔

تیسری فصل

شارحین احادیث کے اقوال میں، دربارہ، علم غیب

(۱) عینی شرح بخاری۔ فتح الباری ارشاد الساری شرح بخاری۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۱ کے ماتحت ہے۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنِ ابْتِدَآءِ هَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا

اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہا خبر دے دی۔

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا لملا علی قاری وزرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر ۴ میں ہے۔

وَحَاصِلُهٗ اَنَّهٗ طُوِىَ لَهُ الْاَرْضُ وَجَعَلَهَا مَجْمُوعَةً كَهَيْئَةِ كَفٍّ فِيهِ مِرْءَةٌ يَنْظُرُ اِلٰى جَمِيعِهَا وَطَوَاهَا بِتَقْرِيبِ بَعِيدِهَا اِلٰى قَرِيبِهَا حَتّٰى اطَّلَعْتُ عَلٰى مَافِيهَا

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کیلئے زمین سمیٹ دی گئی اور اسکو ایسا جمع فرمادیا گیا جیسے ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینے کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کردیا اسکے قریب کیطرف۔ یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت ہے۔

فَعَلِمْتُ بِسَبَبِ وُصُولِ ذٰلِكَ الْفَيْضِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَعْنِىْ مَا اَعْلَمَهُ اللّٰهُ مِمَّا فِيهِمَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَيْرِهَا وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سِعَةِ عِلْمِهِ الَّذِي فَتَحَ اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَىْ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ هِيَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ وَجَمِيعَ مَا فِي الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا كَمَا اَفَادَهٗ اِخْبَارُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِي عَلَيْهِمَا الْاَرَضُوْنَ

"اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام وہ چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان وزمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یہ آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں (بلکہ جو اس کے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمین بلکہ جو اس سے نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔"

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث ۵ کے ماتحت ہے۔

"عبارت است از حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطہ آں" یہ حدیث تمام جزئی وکلی علموں کے حاصل ہونے اور اسکے احاطہ کا بیان ہے۔

(۷) اشعۃ اللمعات میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت بیان فرمایا۔

"پس ظاہر شد مرا ہر چیز از علوم وشناختم ہمہ را" ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں اسی حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اَىْ اُظْهِرَ وَكُشِفَ لِيَ الدُّنْيَا بِحَيْثُ اَحَطْتُ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّىْ هٰذِهٖ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ نَظَرَ حَقِيقَةً دُفِعَ بِهٖ اَنَّهٗ اُرِيدَ بِالنَّظَرِ الْعِلْمُ

"یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اسکی تمام چیزوں کا احاطہ کرلیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا

ہے اسطرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا یا احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔"

(۸) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں زیر حدیث نمبر ۸ فرماتے ہیں۔

وَلَا شَکَّ اَنَّ اللہَ قَد اَطلَعَہ اَزیَدَ مِن ذٰلِکَ وَالقٰی عَلَیہِ عِلمَ الاَوَّلِینَ وَالاٰخِرِین

"اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپکو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔"

ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یُخبِرُکُم بِمَا مَضٰی اَی سَبَقَ مِن خَبرِ الاَوَّلِینَ مِن قَبلِکُم وَمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعدَکُم اَی مِن نَبَاِ الاٰخِرِینَ فِی الدُّنیَا وَمِن اَحوَالِ الاَجمَعِینَ فِی العُقبٰی

"تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گذری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں۔ دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔"

(۹) مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۹ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فِیہِ مَعَ کَونِہٖ مِنَ المُعجِزَاتِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ عِلمَہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ مُحِیطٌ بِالکُلِّیَاتِ وَ الجُزئِیَاتِ مِنَ الکَائِنَاتِ وَغَیرِھَا

اس حدیث میں معجزہ ہونیکے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

محدثین کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے اس عالم میں لوح محفوظ بھی ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ تمام اولین و آخرین یعنی انبیاء و ملائکہ و اولیاء کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ انبیاء میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت خضر علیہم السلام داخل ہیں۔ اور ملائکہ میں حاملین عرش اور حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں اور انکا علم تو سارے ماکان و ما یکون کو محیط ہے۔ تو حضور کے علم کا کیا پوچھنا۔ اس وسعت علم میں علوم خمسہ بھی آ گئے۔

چوتھی فصل

علمائے امت کے اقوال کے بیان میں دربارہ علم غیب

مدارج النبوۃ کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ھُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیئٍ عَلِیمٌ (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت ۳)

"وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر وہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔"

یہ خدا کی حمد بھی ہے اور نعت مصطفےٰ علیہ السلام بھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیمٌ شد" حضور علیہ السلام تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم احاطہ فرمایا ہے۔

اسی مدارج جلد اول باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔ "از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول و آخر معلوم گردو یاران خود را نیز بعضے احوال خبرداد۔"

حضرت آدم سے صور پھونکنے تک تمام حضور علیہ السلام پر ظاہر فرما دیا تا کہ اول سے آخر تک کے سارے حالات آپکو معلوم ہو جائیں اور حضور ﷺ نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وَقَد تَوَاتَرَتِ الاَخبَارُ وَاتَّفَقَت مَعَانِیھَا عَلٰی اِطِّلَاعِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ عَلَی الغَیبِ وَلَا یُنَافِی الاٰیٰتِ الدَّالَّۃَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَعلَمُ الغَیبَ اِلَّا اللہُ لِاَنَّ المَنفِیَّ عِلمُہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ مِن غَیرِ وَاسِطَۃٍ اَمَّا اِطِّلَاعُہٗ عَلَیہِ بِاِعلَامِ اللہِ فَمُحَقَّقٌ بِقَولِہٖ تَعَالٰی اِلَّا مَنِ ارتَضٰی مِن رَّسُولٍ

احادیث اس پر متواتر ہیں اور انکے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ

ثابت ہے، رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسول کے۔
شفا شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ماخوذ از خرپوتی شرح قصیدہ بُردہ)۔

خَصَّ اللهُ تَعَالىٰ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالاِطِّلَاعِ عَلىٰ جَمِيعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَمَصَالِحِ أُمَّتِهٖ وَ كَانَ فِي الْاُمَمِ وَمَاسَيَكُوْنُ فِي اُمَّتِهٖ مِنَ النَّقِيْرِ وَالْقِطْمِيْرِ وَعَلىٰ جَمِيْعِ فُنُوْنِ الْمَعَارِفِ كَاَحْوَالِ الْقَلْبِ وَ الْفَرَائِضِ وَ الْعِبَادَةِ وَالْحِسَابِ

''اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کے مصلحت اور گذشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا۔ اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات، فرائض عبادات اور علم حساب۔''

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

''دنیا وآخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔''

شرح قصیدہ بردہ مصنفہ علامہ ابراہیم بیجوری میں اس شعر کے ماتحت ہے۔

فَاِنْ قِيْلَ اِذَا كَانَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بَعْضَ عُلُوْمِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَا الْبَعْضُ الْاٰخَرُ اُجِيْبَ بِاَنَّ الْبَعْضَ الْاٰخَرَ هُوَ مَا اَخْبَرَهُ اللهُ تَعَالىٰ مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا كَتَبَ فِي اللَّوْحِ مَاهُوَ كَائِنٌ اِلىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

''اگر کہا جاوے کہ جب لوح وقلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جاویگا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔''

ملا علی قاری حل العقد شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وَكَوْنُ عُلُوْمِهِمَا مِنْ عُلُوْمِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ عُلُوْمَهٗ تَتَنَوَّعُ اِلىٰ الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَ حَقَائِقَ وَ مَعَارِفَ وَعَوَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا يَكُوْنُ نَهْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ وَحَرْفًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ

''اور لوح وقلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں کہ حضور کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہٰذا لوح وقلم کا علم حضور کے علم کے دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔''

ان عبارتوں نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ لوح وقلم جن کے علوم کو قرآن نے فرمایا کہ۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ''کوئی خشک وتر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔''

اس کے علوم علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے تو معلوم ہوا کہ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے۔

امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ اُم القراءٰ میں فرماتے ہیں۔

وَسِعَ الْعَالَمِيْنَ عِلْمًا وَّ حِلْمًا فَهُوَ بَحْرٌ لَّمْ تُعْيِهَا الْاَعْيَاءُ

''حضور علیہ السلام نے اپنے علم واخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔''

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

اَيْ وَسِعَ عِلْمُهٗ عُلُوْمَ الْعٰلَمِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلٰٓئِكَةِ لِاَنَّ اللهَ تَعَالىٰ اَطْلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ كُلِّهٖ فَعَلَّمَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ وَحَسْبُكَ عِلْمُهٗ عِلْمُ الْقُرْاٰنِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالىٰ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

''یعنی آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن وانسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان وما یکون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآنی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔''

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القریٰ میں فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَطْلَعَہٗ عَلَی الْعَالَمِ فَعَلِمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَمَا کَانَ وَمَایَکُوْنُ۔

''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین وآخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کو جان لیا''

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سارے جہان والوں کا علم حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ جہان والوں میں حضرت آدم وملائکہ اور ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ملک الموت وشیطان کے لئے علم غیب تو دیوبندی بھی مانتے ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وَکُلُّھُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

''تمام رسول حضور علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں سمندر سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا''

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ کُلَّ وَاحِدٍمِّنْھُمْ طَلَبُوْا وَاَخَذُ وَالْعِلْمَ مِنْ عِلْمِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ الَّذِیْ کَالْبَحْرِ فِی السَّعَۃِ وَالْکَرَمِ مِنْ کَرَمِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ الَّذِیْ ھُوَ کَالدِّیَمِ لِاَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُفِیْضٌ وَھُمْ مُسْتَفَاضُوْنَ لِاَنَّہٗ تَعَالٰی خَلَقَ اِبْتِدَاءَ رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَوَضَعَ عُلُوْمَ الْاَنْبِیَاءِ وَعِلْمَ مَاکَانَ وَ مَایَکُوْنُ ثُمَّ خَلَقَھُمْ فَاَخَذُ وْا عُلُوْمَھُمْ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ

''ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور ﷺ کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان وما یکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور ﷺ سے لئے۔

حافظ سلیمان ابریز شریف صفحہ ۲۵۸ میں فرماتے ہیں۔

یَعْلَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ الْعَرْشِ اِلَی الْفَرْشِ وَیَطَّلِعُ عَلٰی جَمِیْعِ مَا فِیْھَا وَھٰذَا الْعُلُوْمُ بِالنِّسْبَۃِ اِلَیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَاَلِفٍ مِنْ سِتِّیْنَ جُزْءُ الَّتِیْ ھِیَ الْقُرْاٰنُ الْعَزِیْز

حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک کو جانتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اسکی خبر رکھتے ہیں اور یہ سارے علوم حضور علیہ السلام کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے الف ۶۰ جزو کی نسبت سے جو قرآن کریم ہیں۔

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔

اَلنُّبُوَّۃُ مَاخُوْذَۃٌمِّنَ النَّبَاِبِمَعْنَی الْخَبَرِ اَیْ اَطْلَعَہُ اللّٰہُ عَلَی الْغَیْبِ

''نبوت نبا سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں خبر یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا''

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ القسم الثانی فِیْمَا اَخْبَرَ بِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ الْغُیُوْبِ میں ہے۔

لَا شَکَّ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَطْلَعَہٗ عَلٰی اَزْیَدَمِنْ ذٰلِکَ وَاَلْقٰی عَلَیْہِ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

''اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر اگلوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔''

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں۔

ہر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ، خاص رسل را اطلاع مے بخشد'' مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے۔ ''از بعضے صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفا کتابے نوشتہ اثبات کردہ اند کہ آں حضرت را تمام علوم الٰہی معلوم ساختہ بودند ایں سخن بظاہر مخالف بسیارے از ادلہ است تا قائل آنچہ قصد باشد۔

جو علم رب تعالیٰ کیساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ بعض علمائے صالحین میں سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا مراد لی ہے۔

یہ عبارت اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ مانا۔ بلکہ عارف کہا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ میرزاہد رسالہ کے خطبہ میں ہے۔ کَانَ صَوَادِقُ التَّصْدِیْقَاتِ بِطَبَائِعِھَامُتَوَجِّھَۃًاِلٰی حَضْرَتِہِ الْاَقْدَسِ وَحَقَائِقُ التَّصَوُّرَاتِ بِاَنْفُسِھَا مَائِلَۃً اِلٰی جَنَابِ الْمُقَدَّسِ فَرُوْجُہُ الْمُعَلّٰی مَرْکَزُ الْمَعْقُوْلَاتِ تَصَوُّرَاتُھَا وَتَصْدِیْقَاتُھَا وَنَفْسُہُ الْعُلْیَا

مَنبعِ العَقلیّاتِ نَظرِیّاتِھَا وَفِطرِیّا تِھَا اس کی شرح لواء الہدیٰ مصنفہ غلام یحییٰ میں اس عبارت کے ماتحت ہے فَدَاتُہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ جَامِعٌ بَینَ جَمِیعِ اَنحاءِ العُلُومِ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے۔ منطقیوں نے بھی بارگاہ نبوت میں پیشانی رگڑ دی۔

مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ حواشی میرزاہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

عَلَّمَہٗ عُلُوماً مَااحتَوٰی عَلَیہِ العِلمُ الاَعلیٰ وَمَا استَطَاعَ عَلیٰ اِحَاطَتِھَا اللَّوحُ الاَوفی لَم یَلِدِ الدَّھرُ مِثلَہٗ مِنَ الاَزَلِ وَلَم یُولَد اِلَی الاَبَدفَلَیسَ لَہٗ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ کُفُوًااَحَدٌ

”حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرے نے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانے میں پیدا ہوا ازل سے اور نہ ابد تک ہو اور آسمانوں و زمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔“

علامہ شنوائی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قَد وَارَدَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَم یُخرِجِ النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلَامُ حَتّیٰ اَطلَعَہٗ عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ۔

”یہ وارد ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپکو ہر چیز پر مطلع فرما دیا۔“

شرح عقائد نفسی صفحہ ۱۷۵ میں ہے۔

بِالجُملَۃِ العِلمُ بِالغَیبِ اَمرٌ تَفَرَّدَبِہٖ اللّٰہُ تَعَالیٰ لَا سَبِیلَ اِلَیہِ لِلعِبَادِ اِلَّا بِاِعلَامٍ مِنہُ اَواِلھَامًا بِطَرِیقِ المُعجِزَۃِ اَوِالکَرَامَۃِ

”خلاصہ یہ ہے کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے، جو خدا سے خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا الہام فرمائے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔“

درمختار شروع کتاب الحج میں ہے۔

فُرِضَ الحَجُّ سَنَۃَ تِسعٍ وَاِنَّمَا اَخَّرَہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ بِعَشَرٍ لِعُذرٍ مَعَ عِلمِہٖ بِبَقَاءِ حَیَاتِہٖ لِیَکمَلَ التَّبلِیغُ

”حج سنہ ۹ ھ میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو سنہ ۱۰ ھ تک مؤخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم بھی تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔“

اس عبارت سے معلوم کہ کب وفات ہوگی اس کا جاننا علوم خمسہ سے ہے مگر حضور علیہ السلام کو اپنی وفات کی خبر تھی۔ کہ سنہ ۹ ھ میں نہ ہوگی۔ اسی لئے اس سال حج نہ فرمایا۔ ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ ہم کو موت کی خبر نہیں۔

خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت بیان فرمایا۔

وَوَاقِفُونَ لَدَیہِ عِندَ حَدِّھِم وَفِی حَدِیثٍ یُروٰی عَن مُعَاوِیَۃَ اَنَّہٗ کَانَ یَکتُبُ بَینَ یَدَیہِ عَلَیہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ اَلقِ الدَّوَاۃَ حَرِّفِ القَلَمَ وَ اَقِمِ البَاءَ وَفَرِّقِ السِّینَ وَلَا تُعَوِّرِ المِیمَ مَعَ اَنَّہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ لَم یَکتُب وَلَم یَقرَءْ مِن کِتَابِ الاَوَّلِینَ

”حضرت امیر معاویہ سے حدیث مروی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ پس حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ دوات اس طرح رکھو۔ قلم کو پھیرا، ب کو سیدھا کرو، سین میں فرق کرو۔ اور میم کو ٹیڑھا کرو۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام نے لکھنا نہ سیکھا اور نہ اگلوں کی کتاب پڑھی۔“

تفسیر روح البیان میں زیر آیت وَلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِینِکَ ہے۔

حضور علیہ السلام خطوں کو جانتے تھے اور اسکی خبر بھی دیتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام علم خط بھی بخوبی جانتے تھے۔ اسکی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن میں دیکھو۔

مثنوی شریف میں ہے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء	تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
کاملاں از دور نامت بشنوند	تابقعر تار و پودت در روند
بلکہ پیش از زادن تو سالہا	دیدہ باشندت بچندیں حالہا

حال تو دانیک یک موبمو — زانکه پر ہستند از اسرار ہو

اسی مثنوی شریف میں مولانا کفار قیدیوں کا ایک واقعہ نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

بنگرم سر عالم بینم نہاں — آدم و حوا نرستہ از جہاں

من شمارا وقت ذرات الست — دیدہ پابستہ و منکوس و پست

از حدوث آسمان بے عمد — آنچہ دانستہ بدم افزوں نہ شد

یعنی ہم سارے جہان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آدم و حوا پیدا بھی نہ ہوئے تھے اے کافر قیدیوں ہم نے تمہیں یثاق کے دن مومن اور نمازی دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں قید کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ بے ستون آسمان کی پیدائش ہم نے دیکھی ہے اس کچھ نہ زیادہ ہوا۔ علمائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے سارے انبیاء ملائکہ سے زیادہ علوم عطا فرمائے لوح محفوظ و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علموں کا قطرہ ہے اور عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس چشم حق بین سے مخفی رہی ہو۔

پانچویں فصل

مخالفین کی تائید کے بیان میں

اب تک تو موافقین کی عبارات سے علم، غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا گیا۔ اب مخالفین کے اکابر کی وہ عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ (ماخوذ از انوار غیبیہ صفحہ ۲۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے)

كَمَا قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ لَو تَعلَمُونَ مَا اَعلَمُ لَضَحِكتُم قَلِيلاً وَّلَبَكَيتُم كَثِيرًا اور فرمایا اِنِّی اَرٰیٰ مَا لَا تَرَوْنَ (انوار غیبیہ صفحہ ۳۲)

مولوی اشرف علی تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل و اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لئے کہ ہر حادث اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ یہی خدا ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔ اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مقتضی نہیں کہ وہ بذاۃ اور خود مغیبات میں سے کسی شئے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتا دے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتائے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذاۃ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہیئے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور علیہ السلام میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔ اور اولین میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش و حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں۔ لہذا ان سب کے علوم سے حضور علیہ السلام کا علم زیادہ ہونا چاہیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

چھٹی فصل

علم غیب کے عقلی دلائل اور اولیاء کے علم غیب کے بیان میں

چند عقلی دلائل سے بھی علم ما کان و ما یکون کا ثابت ہے وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم بلکہ اعظم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا۔ تو حضور علیہ السلام اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں نائب رب العٰلمین ہیں۔ اور سلطنت کے مقرر کردہ حاکم میں دو وصف لازم ہیں۔ ایک تو علم دوسرے اختیارات۔ اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔ کلکٹر کو سارے ضلع کا علم و اختیارات۔ وائسرائے کو سارے ملک کے متعلق علم و اختیارات ضروری ہیں کہ ان دو صفوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا۔ اور سلطانی قانون رعایا میں جاری ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرات انبیاء میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کو رب العالمین نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ چونکہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت الٰہیہ کے لئے موزوں ہیں پھر ملائکہ سے سجدہ کرانا ان کے اختیارات خصوصیہ کا ثبوت تھا کہ ملائکہ بھی ان کے سامنے جھک گئے۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے عالم کے نبی اور عرش و فرش کے لوگ آپ کے امّتی ہیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور زیادہ اختیارات دیئے جاویں۔ اسی لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ چاند اشارے سے پھاڑا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا۔ بادل کو حکم دیا۔ پانی برسا، پھر حکم دیا۔ کھل گیا۔ یہ سب اپنے خداداد اختیارات کا اظہار تھا۔

۲) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ انبیاء امّت سے علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل۔ اس میں بظاہر کبھی امّتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل میں امّتی نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ مگر علم میں نبی کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور حضور علیہ السلام کے امّتی تو ملائکہ بھی ہیں **لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا** تو علم میں حضور علیہ السلام کا ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے ورنہ پھر حضور علیہ السلام کس وصف میں امّت سے افضل ہوں گے اور ملائکہ حاضرین لوح محفوظ کو تو ما کان و ما یکون کا علم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ علم ہو۔

۳) چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام قبل ولادت پاک کروڑوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہے تو حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔ روح البیان نے **لَقَدْ جَآءَكُمْ** کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت جبریل نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ایک ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔ اور میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔ فرمایا وہ تارا ہم ہی تھے۔ حساب لگالو۔ کتنے کروڑ برس دربار خاص میں حاضری رہی۔

۴) اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ اولاً تو یہ کہ شاگرد نا اہل تھا۔ استاد سے پورا فیض لے نہ سکا۔ دوم یہ کہ استاد کامل نہ تھا کہ مکمل سکھا نہ سکا۔ سوم یہ کہ استاد یا بخیل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔ ان چار وجوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو سکتی ہی نہیں یہاں سکھانے والا پروردگار سیکھنے والے محبوب ﷺ کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ کیا رب تعالیٰ کامل استاد نہیں۔ یا رسول اللہ علیہ السلام لائق شاگرد نہیں؟ حضور علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور پیارا ہے؟ یا کہ قرآن مکمل نہیں؟ جب ان میں سے کوئی بات نہیں۔ رب تعالیٰ کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے۔ قرآن کریم کامل کتاب۔ **اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ** وہ ہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ۔ پھر علم کیوں ناقص۔

۵) رب تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی۔ لکھنا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یا دوسروں کے بتانے کے لئے رب تعالیٰ تو بھول سے پاک لہٰذا اس نے دوسروں ہی کے لئے لکھا اور حضور علیہ السلام تو دوسروں سے زیادہ محبوب لہٰذا وہ تحریر حضور کے لئے ہے۔

۶) غیبوں کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا فرمائی تو فرما دیا گیا۔ **لَنْ تَرٰىنِیْ** تم ہم کو نہ دیکھ سکو گے۔ جب محبوب علیہ السلام نے رب ہی کو معراج میں اپنی ان ظاہری مُبارک آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ سے چھپ سکے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دیدار الٰہی کی بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اوّل کے آخر میں ہے۔

كَمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ فِی الدُّنْيَا لِانْقِلَابِهٖ نُوْرًا

"حضور علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھا۔ کیونکہ خود نور ہو گئے تھے۔"

۷) شیطان دنیا کا گمراہ کرنے والا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے ہادی۔ گویا شیطان وبائی بیماری ہے۔ اور نبی علیہ السلام طبیب مطلق۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں۔ پھر اسے یہ بھی خبر ہے کہ کون گمراہ ہو سکتا ہے۔ کون نہیں۔ اور جو گمراہ ہو سکتا ہے۔ وہ کس حیلہ سے۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے ہر مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے۔ ہر برائی کراتا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ لَاغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا۔ تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دینے کے لئے اس کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں۔ ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہادی کو کمزور رکھا۔ لہٰذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

۸) رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے خطاب سے پکارا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اور نبی کے معنی ہیں۔ خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی نبی ہے اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار۔ ریڈیو، خط، تار بھیجنے والا نبی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ نبی میں خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جہاں تار، اخبار کام نہ آسکیں۔ وہاں نبی کا علم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔ یہاں تک تو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی بحث تھی۔ اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کے صدقے سے اولیائے کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم نبی علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا ہے اور ان کے علم کے سمندر کا قطرہ۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کتاب عقائد تالیف شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ يَنْقُلُ فِی الْاَحْوَالِ حَتّٰی يَصِيْرَ اِلٰی نَعْتِ الرُّوْحَانِيَّةِ فَيَعْلَمُ الْغَيْبَ

بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔

اسی کتاب مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا۔

يَطَّلِعُ الْعَبْدُ عَلٰی حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَيَتَجَلّٰی لَهُ الْغَيْبُ وَغَيْبُ الْغَيْبِ

"کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔"

مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۶ بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ وَفَضْلِهَا میں فرماتے ہیں۔

اَلنُّفُوْسُ الزَّكِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ عَرَجَتْ وَاتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ يَبْقَ لَهُ حِجَابٌ فَتَرَی الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ بِنَفْسِهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهُ

"پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔"

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔ "اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر است۔" "لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

امام ابن حجر کی کتاب الاعلام میں اور علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں۔

اَلْخَوَاصُّ يَجُوْزُ اَنْ يَعْلَمَ الْغَيْبَ فِیْ قَضِيَّةٍ اَوْ قَضَاءٍ كَمَا وَقَعَ لِكَثِيْرٍ مِّنْهُمْ وَاشْتَهَرَ

"جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔"

شاہ ولی اللہ صاحب الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔

"نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود وذات عارف بجائے روح او وہمہ عالم بعلم حضوری مے بیند۔"

عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

زرقانی شرح مواہب جلد ۷ صفحہ ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

قَالَ فِیْ لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَيْبٍ مِّنْ غُيُوْبِ اللهِ بِدَلِيْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ لَا يُسْتَغْرَبُ وَهُوَ مَعْنٰی كُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ فَمَنَ الْحَقِّ بَصَرُهٗ فَاِطِّلَاعُهٗ عَلَی الْغَيْبِ لَا يُسْتَغْرَبُ

"لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ ہی اس حدیث کے معنیٰ ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اسکا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں۔"

امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں۔

لِلْمُجْتَهِدِیْنَ الْقَدَمُ عُلُوْمِ الغَیبِ "غیبی علوم میں مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔"

حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

نَظَرتُ اِلٰی بِلَادِ اللهِ جَمعًا

"ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا۔"

کَخَرْ دَلَته عَلیٰ حُکمِ اِتِّصالی

"جیسے چندرائی کے دانہ ملے ہوئے ہوں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ذبدۃ الاشرار میں حضور غوث پاک کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ رَضِیَ اللهُ عَنهُ یَا اَبطَالُ یَااَبطَالُ هَلُمُّوْ وَخُذُ واعَن هٰذَا البَحرِ الَّذِی لاَ سَاحِلَ له وَعِزَّةِ رَبِّی اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالاَشقِیَاءَ یُعرَضُونَ عَلَیَّ وَاَنَّ بُو بُوءَ ةَعَینِی فِی اللَّوحِ المَحفُوظِ وَاَنَّا غَائِصٌ فِی بِحَارِ عِلمِ اللهِ

"اے بہادر اے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو۔ جسکا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔"

مولانا جامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیہ قدس سرہٗ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست و ما می گوئیم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

"حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔"

امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔

وَاَمَّاشَیخُنَا السَّیِّدُعَلِیُ الخَوَّاصُ رَضِیَ اللهُ عَنه فَسَمِعتُه یَقُولُ لاَ یَکمُلُ الرَّجُلُ عِندَنَا حَتّٰی یَعلَمَ حَرَکَاتِ مُرِیدِهٖ فِی اِنتِقَالِهٖ فِی الاَصلاَبِ وَهُوَ مِن یَومِ اَلَستُ اِلیٰ اِستِقرَارِهٖ فِی الجَنَّةِ اَو فِی النَّارِ

"ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔"

شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّه یَنجَذِبُ اِلیٰ حَیِّزِ الحَقِ فَیَصِیرُ عَبدَ اللهِ فَیَتَجَلّٰی لَه کُلُّ شَیئٍ

"پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کیطرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور انکو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔"

مشکوٰۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بروایت بخاری۔

فَاِذَا اَحبَبتُه فَکُنتُ سَمعَهُ الَّذِی یَسمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِی یَبصُرُبِه وَیَدَهُ الَّذِی یَبطِشُ بِهَاوَ رِجلَهُ الَّذِی یَمشِی بِهَا

"رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے چلتا ہے۔"

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

دوسرا باب

علم غیب پر اعتراضات کے بیان میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جومخالفین پیش کرتے ہیں دوسری فصل احادیث کے بیان میں تیسری فصل اقوال علماء فقہا کے بیان میں۔ چوتھی فصل عقلی اعتراضات کے بیان میں۔

اس بات کے شروع سے پہلے بطور چند ضروری بحثیں قابل غور ہیں۔

۱) جن آیات واحادیث یااقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یاتو ذاتی علم مراد ہے یاتمامی معلومات یعنی رب تعالیٰ کے معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی نہیں ورنہ پھر آیات واحادیث میں جوہم اثبات میں بیان کرچکے ہیں مُطابقت کیوں کر ہوگی۔

علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔

مَعنَا ھَا لَا یَعلَمُ ذٰلِکَ اِستِقلالاً وَّعِلمَ اِحَاطَةِ اِلاَّ اللہُ تَعَالیٰ اَمَّاالمُعجِزَاتُ والکَرَامَتُ فَبِاعلامِ اللہِ تَعَالیٰ

''ان کے معنے یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اوراحاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔''

مخالفین کہتے ہیں کہ جن دلائل میں علم غیب کا ثبوت ہے اس سے مراد مسائل دینیہ کا علم ہے۔ اور جن میں نفی ہے ان سے مراد باقی دنیاوی چیزوں کے علوم ہیں۔ مگر یہ توجیہ ان آیات قرآنیہ اوراحادیث صحیحہ واقوال علمائے امت کے خلاف ہے۔ جوہم نے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔ اسی طرح لوح محفوظ کا علم سب ہی چیزوں کو شامل ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ تمام عالم ہمارے سامنے مثل ہاتھ کے ہے لہذا یہ توجیہ بالکل باطل ہے۔

۲) مخالفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا یا فقہا فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ وہ خود مخالفین کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں۔ صرف جمیع ما کان وما یکون میں اختلاف ہے ان آیات واقوال فقہا سے تو یہ بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اگر ایک بات کا بھی علم مانا۔ ان دلائل کے خلاف ہوا۔ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ ان دلائل میں کل علم غیب کی نفی ہے نہ کہ بعض کی تو جھگڑا ہی ختم ہوگیا۔ کیونکہ ما کان وما یکون علم الٰہی کے سمندروں کا قطرہ ہے۔ ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے علوم الٰہیہ کے مقابلہ میں بعض ہی علم کے قائل ہیں۔

۳) مخالفین کہتے ہیں کہ علم غیب خدا کی صفت ہے لہذا غیر خدا کے لئے ماننا کفر ہے اس کفر میں وہ بھی داخل ہوگئے۔ کیونکہ صفت الٰہیہ میں اگر ایک میں شرکت مانی تو کفر ہوا جو شخص عالم کی ایک چیز کا خالق کسی بندے کو مانے وہ بھی بے دین ہے۔ تمام عالم کا خالق کسی کو مانے تو بھی کافر اور وہ بھی بعض علم غیب تو حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر کفر سے کیسے بچے ہاں یہ کہو کہ ذاتی علم خدا کی صفت عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت لہذا شرف نہ ہوا، یہ ہی ہم کہتے ہیں۔

پہلی فصل

آیات قرآنیہ کے بیان میں

۱) قُل لَّا اَقُولُ لَکُم عِندِی خَزَائِنُ اللہِ وَلَا اَعلَمُ الغَیبَ (پارہ۷سورہ۶آیت۵۰)

''تم فرمادو کہ تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہو کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔''

اس آیت کی چار توجیہیں مفسرین نے کی ہیں اولاتو یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ دوم یہ کہ کل علم کی نفی ہے۔ تیسرے یہ کہ کلام تو ضع انکسار کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ چہارم یہ کہ آیت کے معنی یہ ہیں میں دعوے نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی دعوئی علم غیب کی نفی ہے نہ کہ علم غیب کی۔

ملاحظہ ہوں تفاسیر۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یَحتَمِلُ اَن یَّکُونَ وَلَا اَعلَمُ الغَیبَ عَطفًا عَلیٰ لَا اَقُولُ لَکُم اَی قُل لَّا اَعلَمُ الغَیبَ فَیَکُونُ فِیهِ دَلَالَۃٌ اَنَّ الغَیبَ بِالا سْتِقلَالِ لَا یَعلَمُہٗ اِلَّا اللہُ

''اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اس پر ہوگی کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔''

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

لا اعلَمُ الغَیبَ مَالَم یُوحَ اِلَیَّ اَولَم یَنتَصِب عَلَیهِ دَلِیلٌ

''میں غیب نہیں جانتا جب تک اسکی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔''

یا اس سے مراد کل علم کی نفی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَولُہٗ لَا اَعلَمُ الغَیبَ یَدُلُّ عَلیٰ اِعتِرَافِہٖ بِاَنَّہٗ غَیرُ عَالِمٍ بِکُلِّ المَعلُومَاتِ

''یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔''

یا یہ کلام بطور تواضع و انکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَاِنَّمَا نَفیٰ عَن نَفسِہِ الشَّرِیفَۃِ ھٰذِہِ الاَشیَاءَ تَوَاضُعًا تَعَالیٰ وَاعتِرَافًا لِّلعُبُودِیَّۃِ فَلَستُ اَقُولُ شَیئًا مِّن ذَالِکَ وَلَا اَدَّعِیهِ

''حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اسمیں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔''

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وَتَوَاضَعَ حِینَ اَقَامَ نَفسَہٗ مَقَامَ الاِ نسَانِیَّۃِ بَعدَ اَن کَانَ اَشرَفَ خَلقِ اللہِ مِنَ العَرشِ اِلَی الثَّرٰی وَ اَطهَرَ مِنَ الکَرُّ وبِیِّینَ وَالرُّوحَانِیِّینَ خُضُوعًا لِجَبَرُوتِہٖ وَخُشُوعًا لِمَلَکُوتِہٖ

''حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ از عرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانیین سے زیادہ ستھرے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اسکی سطوت کے سامنے پستی کے اظہار کے طریقہ پر یہ فرمایا۔ یہ دعویٰ علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

اَی لَا اَدَّعِی القُدرَۃَ عَلیٰ کُلِّ المَقدُورَاتِ وَالعِلمَ بِکُلِّ المَعلُومَاتِ

''یعنی میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔''

تفسیر کبیر یہ ہی آیت۔

اَی لَا اَدَّعِی کَونِی مَوصُوفًا بِعِلمِ اللہِ وَ بِمَجمُوعِ ھٰذَینِ الکَلَامَینِ حَصَلَ اَنَّہٗ لَا یَدَّعِی الاِلٰھِیَّۃَ

''یعنی میں اللہ کے علم سے متصف ہونیکا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونیکا دعویٰ نہیں کرتا۔''

روح البیان یہ ہی آیت۔

عَطفٌ عَلیٰ عِندی خَزَائِنُ اللہِ وَلَا مُذَکَّرۃٌ للنَّفِی ای وَلَا اَدَّعِی اَنّی عِندِی وَلٰکِن لَا اَقُولُ لَکُم فَمَن

قَالَ اِنَّ نَبِیَّ اللہِ لَا یَعلَمُ الغَیبَ فَقَداَخطَافِیمَا اَصَابَ اس کا عطف عِندِی خَزَائِنُ اللہِ پر ہےاور لَا زَائدہ ہے

نفی کا یاددلانے والالیعنی میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں اس بنا پر کہ خزائن اللہ میرے پاس تو ہیں مگر میں یہ کہتا نہیں۔تو جو شخص یہ کہے کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھےاس نے غلطی کی اس آیت میں جسمیں یہ مصیب تھا۔

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

وَمَحلُّ لَا اَعلَمُ الغَیبَ النَّصبُ عَطفًا عَلیٰ مَحلِّ عِندِی خَزَائِنُ اللہِ لِاَنَّہ مِن جُملَۃِ المَقُولِ کَاَنَّہ قَالَ لَا اَقُولُ لَکُم ھٰذَا القَولَ وَلَا ھٰذَاالقَولَ وَلَا اَعلَمُ الغَیبَ

"وَلَا اَعلَمُ الغَیبَ اعراب زبر ہے عِندِی خَزَائِنُ اللہِ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ۔"

تفسیر نیشاپوری اَی قُل لَا اَعلَمُ الغَیبَ فَیَکُونُ فِیہِ دَلَالَۃٌعَلیٰ اِنَّ الغَیبَ بِاستِقلَالٍ لَایَعلَمُ اِلَّا اللہُ

نکتہ اس آیت میں لَا اَقُول دوجگہ ہے پہلے لَا اَقُول کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب جانتا ہوں۔ دوسرے لَا اَقُول کے بعد صرف ایک چیز کا ذکر ہے میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔اس لئے کہ پہلے دو میں تو دعویٰ کی نفی ہے اور مدعیٰ کا ثبوت اور دوسرے قول میں دعویٰ اور مدعیٰ دونوں کی نفی ہے یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔مگر ان کا دعویٰ اور مدعیٰ دونوں کی نفی ہے یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔مگر ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔حدیث پاک میں ہے۔ اُوتِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الاَرضِ (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین) یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنیاں دے دی گئی اور علم غیب کی احادیث ہم پیش کر چکے ہیں۔اور نہ میں واقع میں فرشتہ ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔اگر یہ نکتہ نہیں۔تو ایک ہی جگہ لَا اَقُولُ کافی تھا۔دوجگہ کیوں لایا گیا اگر ہماری بیان کا ہوئی توجیہں نہ کی جاویں تو یہ آیت مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔اور یہ آیت بالکل نفی کر رہی ہے۔نیز یہاں لَکُم میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافروں میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں تم تو چور ہو۔چوروں کو خزانے نہیں بتائے جاتے۔تم شیطانوں کی طرح اسرار کی چوری نہ کرلو۔رب تعالیٰ نے بھی شیطان کو آسمان پر جانے سے اسی لئے روکا کہ وہ چور ہے۔یہ تو صدیق سے کہا جاویگا کہ مجھے خزائن الہیہ کی کنجیاں سپرد ہوئیں نیز یہاں عندی فرما کر بتایا کہ خزانہ میرے پاس نہیں میری ملک میں ہیں۔کیونکہ خزانہ خزانچی کے پاس اور مالک کی ملک میں ہوتا ہے۔میں خزانچی نہیں کیا نہ دیکھا کہ ان کے اشارہ پر بادل برسا۔ان کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

۲) وَلَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ لَاستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ (پارہ۹ سورہ۷ آیت ۱۸۸)

"اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔"

اس آیت کے بھی مفسرین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ کلام بطور انکسار کے ہے۔دوسرے یہ کہ اس میں تمام معلومات الہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔تیسرے یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

نسیم الریاض میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَولُہ وَلَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ فَاِنَّ المَنفِیَّ عِلمُہ مِن غَیرِ وَاسِطَۃٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُہ عَلَیہِ السَّلَامُ بِاِعلَامِ اللہِ تَعَالیٰ فَاَمرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَولِہٖ تَعَالیٰ فَلَا یُظہِرُ عَلیٰ غَیبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارتَضیٰ مِن رَّسُولٍ

علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں کہ وَلَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ الخ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کی ہے لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے واقع ہے۔رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے

فَلَا یُظہِرُ عَلیٰ غَیبِہٖ الخ کل معلومات الہیہ جاننے کی نفی ہے۔

شرح مواقف میں میر سید شریف فرماتے ہیں۔

اَلاِ طِّلاعُ عَلٰی جَمِیعِ الْمُغَیبَاتِ لَا یَجِبُ لِلنَّبِیِّ وَ لِذَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ (الآیَةُ) وَجَمِیعُ مُغَیبَاتٍ غَیرُ مُتَنَاهِیَةٍ

صاوی حاشیہ جلالین میں ہے یہی آیت۔

اِن قُلتَ اَنَّ هٰذَا یَشکِلُ مَعَ مَاتَقَدَّمَ مِن اَنَّه اُطَّلِعَ عَلٰی جَمِیعِ مُغَیبَاتِ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَةِ فَالجَوَابُ اَنَّه قَالَ ذٰلِکَ تَوَاضُعًا

تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کیلئے ضروری نہیں اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا وَلَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ الآیۃ تمام غیب غیر متناہی ہیں۔ (یہ کلام انکسار کے طور پر ہے اگر تم کہو کہ یہ آیت گذشتہ کلام کے خلاف ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام لَا اَعلَمُ الغَیبَ بطور انکسار فرمایا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں جمیل حاشیہ جلال سے اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔

فَاِن قُلتَ قَد اَخبَرَ النَّبِیُّ عَلَیهِ السَّلَامُ عَنِ المُغَیبَاتِ قَدجَاءَ ت اَحَادِیثُ فِی الصَّحِیحِ بِذٰلِکَ وَهُوَ مِن اَعظَمِ مُعجِزَاتِه فَکَیفَ الجَمعُ بَینَه وَبَینَ قَولِه لَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ قُلتُ یَحتَمِل اَن یَّکُونَ قَالَه تَوَاضُعًا وَّاَدَبًا وَالمَعنٰی لَا اَعلَمُ الغَیبَ اِلَّا اَن یُّطلِعَنِی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ یُقَدِّرَه لِی وَیَحتَمِلُ اَن یَّکُونَ قَالَ ذٰلِکَ قَبلَ اَن یُّطلِعَه اللّٰهُ عَلَی الغَیبِ فَلَمَّا اَطلَعَهُ اللّٰهُ اَخبَرَ بِه

پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور علم غیب تو حضور علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں میں اور اس آیت میں لَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ میں مطابقت کس طرح ہوگی تو میں کہوں گا کہ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام غیب پر مطلع ہونے سے پہلے کا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو غیب پر مطلع فرما دیا تو خبریں دیں۔

علامہ سلیمان جمل نے فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں اسی کی مثل فرمایا۔

اَی قُل لَّا اَعلَمُ الغَیبَ فَیَکُونُ فِیهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ الغَیبَ بِاسْتِقلَالٍ لَا یَعلَمُ اِلَّا اللّٰهُ

''یعنی فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا الخ پس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔''

تفسیر صاوی یہی آیت

اَو اَنَّ عِلمَه بِالمُغَیبِ کَلَاعِلمٍ مِن حَیثُ اَنَّه لَا قُدرَةَ لَه عَلٰی تَغیِیرِ مَاقَدَّرَ اللّٰهُ فَیَکُونُ المَعنٰی حِینَئِذٍ لَو کَانَ عِلمٌ حَقِیقِیٌّ بِاَن اَقدِرَ عَلٰی مَا اُرِیدُ وُقُوعَه لَاستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ

''حضور علیہ السلام کا علم غیب جاننا نہ جاننے کی طرح ہے۔ کیونکہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا۔''

یہ توجیہ نہایت ہی نفیس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آویگا اور اس کے بعد مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جاوے گا۔ کہ میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں خرید نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنی نہیں درست ہوتے۔ کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

نیز دیوبندی تو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ مگر چونکہ نہ میرے پاس خیر

ہے اور نہ میں مصیبت سے بچا لہذا غیب نہیں جانتا۔

ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے۔

مَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا نیز اِنَّا اَعطَینٰکَ الکَوثَر نیز یُعَلِّمُھُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَتہ اور

میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ لہذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں

ہے نہ کہ انکار میں۔

روح البیان یہ ہی آیت

وَقَد ذَھَبَ بَعضُ المَشَائِخِ اِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلَامُ کَانَ یَعرِفُ وَقتَ السَّاعَۃِ بِاِعلَامِ اللّٰہِ وَھُوَ لَایُنَافِی الحَصرَ فِی الاٰیَۃِ کَمَالَا یَخفٰی

''بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔''

۳) وَعِندَہٗ مَفَاتِحُ الغَیبِ لَایَعلَمُھَا اِلَّا ھُوَ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۵۹)

''اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو وہ ہی جانتا ہے۔''

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مَفَاتِحُ الغَیبِ (غیب کی کنجیوں) سے مراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔ یعنی سارے معلومات الٰہیہ کا جاننا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا۔ کیونکہ کنجی کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا جائے اور اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کر دی جائے اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرے پروردگار ہی کو ہے۔

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فَکَذٰلِکَ ھٰھُنَا لَمَّا کَانَ عَالِمًا بِجَمِیعِ المَعلُومَاتِ عَبرَ ھٰذَا المَعنٰی بِالعِبَارَۃِ المَذکُورَۃِ وَعَلَی التَّقدِیرِ الثَّانِی المُرَادُ مِنہُ القُدرَۃُ عَلٰی کُلِّ المُمکِنَاتِ

''جبکہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔''

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَقَلَمُ تَصوِیرٍ ھَا الَّذِی ھُوَ مِفتَاحٌ یُفتَحُ بِہٖ بَابُ عِلمِ تَکوِینِھَا عَلٰی صُورَتِھَا وَکَونُھَا ھُوَ المَلکُوتُ فَبِقَلَمِ مَلکُوتِ کُلُّ شَیئٍ یَکُونُ کُلُّ شَیئٍ وَقَلَمُ المَلکُوتِ بِیَدِاللّٰہِ لِاَنَّ الغَیبَ ھُوَ عِلمُ التَّکوِینِ

''ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے (انکی مناسب صورتوں پر) وہ ہی ملکوت ہے، پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کی ہستی ہوتی ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کا ہاتھ میں ہے اسلئے کہ غیب سے مراد پیدا کرنے کا جاننا ہے۔''

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا کَانَ عَالِمًا بِجَمِیعِ المَعلُومَاتِ عَبرَ ھٰذَا المَعنٰی بِھٰذَا العِبَادَۃِ وَعَلَی التَّفسِیرِ الثَّانِی یَکُونُ المَعنٰی وَعِندَہٗ خَزَائِنُ الغَیبِ وَالمُرَادُ مِنہُ القُدرَۃُ الکَامِلَۃُ عَلٰی کُلِّ المُمکِنَاتِ

''کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس کے معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اسکے معنے یہ ہونگے کہ اس کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔''

یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قَالَ الحَرِیرِیُّ لَا یَعلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وَمَن یُّطلِعُہٗ عَلَیھَا مِن خَلِیلٍ وَحَبِیبٍ اَی لَا یَعلَمُھَا الاَوَّلُونَ وَ الاٰخِرُونَ قَبلَ اِظھَارِہٖ تَعَالٰی ذٰلِکَ لَھُم

''حریری نے فرمایا کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔''

تفسیر عنایت القاضی یہ ہی آیت

وَجهُ اِختِصاصِهَابِهٖ تَعَالیٰ اَنّهٗ لاَ یَعلَمُهَا کَمَاهِیَ اِبتِداءً اِلاَّهُوَ

''ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونیکی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اسطرح ابتداء خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

اس آیت کے اگر وہ مطلب نہ بیان کئے جاویں جو ہم نے بتائے تو یہ مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

نکتہ بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ **عِندَهٗ مَفَاتِحُ الغَیبِ** دوسری میں ہے **لَهٗ مَقَالِیدُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ** مفاتح اور مقالید دونوں کے معنے ہیں کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول و آخر یعنی م، ح، لو اور مقالید کا اول و آخر حرف یعنی م، دلو تو بنتا ہے مُحَمّد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذات رسول اللہ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے **لاَ یَعلَمُهَا اِلاَّ هُوَ** میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمدیہ کو رب ہی جانے **مَفَاتِح** جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہر ادا رحمت الٰہی کی کنجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی **کُلُّ الخَلقِ مِن نُورِی** قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کنجی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن۔

نکتہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ کنجی سے کسی کے لئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کنجی دی گئی یا نہیں؟ اس جواب قرآن وحدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ **اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا** ہم نے آپ کے لئے ظاہر پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس توجیہیں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کنجی میں وہ ہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو۔ وہ زمین میں دفن کردی جاتی ہے۔ پتہ لگا کہ غیب کسی کو دینا تھا اس لئے کنجی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ **اُوتِیتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الاَرضِ** مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو کنجی دی بھی گئی آپ کے لئے فتح باب بھی ہوا۔

۴) **قُل لاَ یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الغَیبَ اِلاَّ اللهُ** (پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت ۶۵)

''تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔''

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر المورج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

مَعنَاهُ یَعلَمُ الغَیبَ بِلاَ دَلِیلٍ اِلاَّ اَو بِلاَ تَعلِیمٍ اَو جَمِیعَ الغَیبِ

''اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

تفسیر مدارک یہ ہی آیت

وَالغَیبُ مَالَم یَقُم عَلَیهِ دَلِیلٌ وَّلاَ اُطلِعَ عَلَیهِ مَخلُوقٌ

''غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔''

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب نہیں کیا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے، اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ **مَا مِن غَائِبَۃٍ فِی الاَرضِ وَلاَ فِی السَّمَاءِ اِلاَّ فِی کِتٰبٍ مُّبِینٍ** جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔

فتاویٰ امام نووی

مَامَعنیٰ قَولِ اللهِ لاَ یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَ اَشبَاهُ ذٰلِکَ مَعَ اَنّهٗ قَد عَلِمَ مَا فِی غَدٍ وَ الجَوَابُ مَعنَاهُ لاَ یَعلَمُ ذٰلِکَ اِستِقلاَلاً وَاَمَّا المُعجِزَاتُ وَالکَرَامَاتُ فَحَصَلَت بِاِعلاَمِ اللهِ لاَ اِستِقلاَلاً

آیت **لاَ یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ** وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنے یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

امام ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

مَاذَکَرنَاہُ فِی الاٰیتِ صَرَّحَ بِہٖ النَوَوِیُ فِی فَتَاوَاہُ فَقَالَ لَا یَعلَمُ ذٰلِکَ اِستِقلَالاً وَعِلمَ اِحَاطَۃٍ بِکُلِّ المَعلُومَاتِ

شرح شفاء خفاجی میں ہے۔ ھٰذَا الَا یُنَافِی الاٰ یٰتِ الدَّالَّۃِ عَلیٰ اَنَّہ یَعلَمُ الغَیبَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ النَّفیَ عِلمًا مِن غَیرِ وَاسِطَۃٍ اَمَّا اِطِّلَاعُہ عَلَیہِ بِاِعلَامِ اللّٰہِ فَامرٌ مُتَحَقِّقٌ

ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اسکی امام نووی نے اپنے فتاوی تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الہیہ کو کوئی نہیں جانتا یہ کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جاننا یہ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم حضور علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور اس میں بالکل نفی ہے۔ نیز انہوں نے شیطان و ملک الموت کو علم غیب مانا ہے دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۵ پھر اس آیت کا کیا مطلب بتائیں گے قرآن کریم میں ہے اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں لَہ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الاَرضِ خدا کی ہی وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں وَکَفیٰ بِاللّٰہِ شَھِیدًا اللہ کافی گواہ ہے وَکَفیٰ بِاللّٰہِ وَکِیلاً اللہ کافی وکیل ہے وَکَفیٰ بِاللّٰہِ حَسِیبًا اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکومت، ملکیت، گواہی، وکالت، حساب لینا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب بادشاہ کو حاکم، ہر شخص کو اپنی چیزوں کا مالک، مشرکین کو وکیل محاسب اور عام لوگوں کو مقدمات کا گواہ مانا جاتا ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان آیات میں حکومت ملکیت وغیرہ سے حقیقی اور ذاتی مراد ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بہ عطائے الٰہی مانے گئے اسی طرح آیات غیب میں توجیہ کرنا لازم ہے کہ حقیقی کی غیر سے نفی ہے اور عطائی کا ثبوت۔

۵) وَمَا عَلَّمنَاہُ الشِّعرَ وَمَا یَنبَغِی لَہ اِن ھُوَ اِلَّا ذِکرٌ وَّقُراٰنٌ مُّبِینٌ (پارہ ۲۳ سورہ یٰس آیت ۶۹)

''اور ہم نے اس کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ انکی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔''

مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں۔ جاننا بلکہ (مشق و تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معمے اور اجمالی باتیں وَتَفصِیلاً لِکُلِّ شَیئٍ علم بمعنی ملکہ قرآن کریم فرماتا ہے وَعَلَّمنٰہُ صَنعَۃَ لَبُوسٍ لَّکُم اور ہم نے ان کو تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا۔

دیلمی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

عَلِّمُوا اَبنَائَکُمُ الرَّمیَ یعنی اپنی اولاد کو تیر اندازی سکھاؤ۔

وَالاَصَحُّ اَنَّہ کَانَ لَا یُحسِنُہ وَلٰکِن کَانَ یُمَیِّزُ جَیِّدَ الشِّعرِ وَرَدِیَّہ

''زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ شعر بخوبی پڑھتے نہ تھے لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرما لیتے تھے۔''

روح البیان یہ ہی آیت اِنَّا المُحَرَّمُ عَلَیہِ اِنَّمَا ھُوَ اِنشَاءُ الشِّعرِ آپ کے لئے شعر بنانا منع تھا۔ شعر کے معنے ہیں جھوٹا کلام کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کریم شعر ہے اور حضور علیہ السلام شاعر ہیں۔ بَل ھُوَ شَاعِرٌ اس شعر سے مراد تھی جھوٹا کلام تو ان کے اس بکواس کی تردید اسی آیت نے کردی کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ اِن ھُوَ اِلَّا ذِکرٌ وَّقُراٰنٌ مُّبِینٌ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن یہاں اگر شعر سے مراد منظوم کلام ہو تو اس عبارت سے آیت کا کیا تعلق ہوگا۔

مدارک یہ ہی آیت

اَی مَا عَلَّمنَا النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلَامُ قَولَ الشِّعرِ اَو مَا عَلَّمنَاہُ بِتَعلِیمِ القُراٰنِ الشِّعرَ عَلیٰ مَعنیٰ اَنَّ القُراٰنَ لَیسَ بِشِعرٍ

''یعنی ہم نے نبی علیہ السلام کو شعر کہنا نہ سکھایا یا ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔''

خازن یہ ہی آیت۔

وَلَمَّانَفیٰ اَن یَکُونَ القُراٰنُ مِن جِنسِ الشِّعرِ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ اِن ھُوَ اِلَّا ذِکرٌوَّقُراٰنٌ مُّبِینٌ

''جبکہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن کتاب۔''

قِیلَ اِنَّ کُفَّارَ قُرَیشٍ قَالُو اِنَّ مُحَمَّدًا شَاعِرٌ وَمَا یَقُولُہ شِعرٌ فَاَنزَلَ اللہُ تَکذِیبًا لَّھُم وَمَا عَلَّمنَاہُ الشِّعرِ

''کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس کی تکذیب کیلئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔''

تنبیہہ اس جگہ مخالفین یہ سوال کرتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک شعر کے موافق نہ تھی یعنی آپ کوئی شعر پڑھتے تھے تو وزن بگڑ جاتا۔

دیکھو اسی خازن میں ہے۔

اَی مَا یَسھُلُ لَہ ذٰلِکَ وَمَا یُصلِحُ مِنہُ بِحَیثُ لَواَرَادَنَظمَ شِعرٍ لَم یَتَاتَّ لِذٰلِکَ مدارک **اَی جَعَلنَاہُ بِحَیثُ لَو اَرَادَ قِرءَ ۃَ شِعرٍلَم یَتَسَھَّل**

''یعنی آپ کو شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے درست نہ ادا ہوتا تھا اگر کسی شعر کو نظم فرمانے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہوسکتا تھا یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرمادیں تو آسان نہ ہو۔''

تفسیر کبیر **وَمَا یَتَسَھَّلُ لَہ حَتّٰی اَنَّہ اِنَّ تَمَثَّلَ لَہ بَیتُ شِعرٍ سُمِعَ مِنہُ مُزَاحَفًا**

''آپ کو شعر آسان نہیں۔ یہانتک کہ اگر کسی کو ادا فرمانے کا ارادہ فرمادیں تو آپ سے ٹوٹا ہوا سنا جاتا ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کا علم اور ہے شعر کا پڑھنا اور بڑے بڑے شعرا اور علماء گا کر پڑھ نہیں سکتے بہت سے نعت خواں اور قوال علم شعر نہیں رکھتے مگر شعر پڑھنے پر پورے قادر ہوتے ہیں۔ آپ روٹی پکانا جانتے نہیں مگر اچھی بری، موٹی باریک خوب جان لیتے ہیں۔

آپ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو شعر پڑھنے کا ملکہ اور مشق نہ تھی۔ نہ کہ شعر کی پہچان نہ تھی۔ یہ ہی ہم نے کہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو بعض شعر پسند تھے اور بعض ناپسند۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

کَانَ اَحَبُّ الحَدِیثِ عَلَیہِ السَّلَامُ الشِّعرُوَاَیضًا کَانَ اَبغَضُ الحَدِیثِ اِلَیہِ عَلَیہِ السَّلَامُ الشِّعرُ

''حضور علیہ السلام کو شعر بہت پسند بھی تھا اور نہایت ناپسند بھی۔''

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی جیسے کہ **لَاکُلُّ شَیئٍ مَاخَلَااللہُ بَاطِلٌ**

اگر اچھے برے شعر کی پہچان نہیں تو یہ تعریف فرمانا کیسا؟ شعر سے مراد اجمالی یعنی غیر مفصل کلام اور معمے ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قَالَ الشَّیخُ الاَکبَرُ اِعلَم اَنَّ الشِّعرِ مَحَلٌّ لِلاِجمَالِ وَاللُّغزِ وَالتَّورِیَۃِ اَی مَارَمَزنَا مُحَمَّدًا عَلَیہِ السَّلَامُ شَیئًا وَّلَا اَلغَزنَا وَلَا خَطبنَاہُ بِشَیئٍ وَّنَحنُ نُرِیدُ شَیئًا وَلَا جَعَلنَا لَہُ الخِطَاب حَیثُ لَم یَفھَم

''جاننا چاہیے کہ شعر اجمالی اور پھسلنے اور اشاروں کا مقام ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے کسی چیز کے اشارے نہ کئے اور نہ یہ کیا کہ ہم ارادہ کچھ فرمائیں اور خطاب کچھ کریں اور ان سے اس طرح اجمالی کلام نہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آوے۔''

۶) مِنھُم مَن قَصَصنَا عَلَیکَ وَمِنھُم مَن لَّم نَقصُص عَلَیکَ (پارہ ۲۴ سورہ ۴۰ آیت ۷۸)

''ان نبیوں میں سے کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجیہیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں صراحتہً ذکر کی نفی ہے۔ یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحتہً بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے۔ اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔ وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلاَمُ لَم یَخرُجِ مِنَ الدُّنیَا حَتّٰی عَلِمَ جَمِیعَ الاَ نبِیاَءِ تَفصِیلاً کَیفَ لاَ وَھُم مُخلَقُونَ مِنہُ وَخَلَّفَھُم لَیلَۃَ الا سرَآءِ فِی بَیتِ المُقَدَّسِ وَلٰکِنَّہ العِلمُ المَکنُونُ وَاِنَّمَا تَرَکَ بَیَانَ قَصَصِھِم لِاُمَّتِہٖ رَحمَۃً بِھِم فَلَم یُکَلِّفھُم اِلاَّ بِمَا کَانُو ایُطِیقُونَ

''حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکر نہ جانیں وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس انکو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔''

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵۰ میں ہے۔

ھٰذَا لاَ یُنَافِی قَولَہ تَعَالٰے مِنھُم مَن لَّم تَقصُص عَلَیکَ لِاَنَّ المَنفِیَّ ھُوَ التَّفصِیلُ وَالثَّابِتُ ھُوَ الاِجمَالُ اَوِالنَّفیُ مُقَیَّدٌ بِالوَ حیِ الجَلِی وَالثُّبوتُ مُتَحَقِّقٌ بِالوَحیِ الخَفِیِّ

یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ مِنھُم مَن لَّم نَقصُص عَلَیکَ کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے۔ اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔

قرآن فرماتا ہے کُلاًّ نَقُصُّ عَلَیکَ مِن اَنبَاءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّت بِہٖ فُؤَادَکَ

''اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔''

۷) یَومَ یَجمَعُ اللہُ الرُّسُلَ فَیَقُولُ مَاذَا اُجِبتُم قَالُو الاَ عِلمَ لَنَا اِنَّکَ اَنتَ عَلاَّمُ الغُیُوبِ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت ۱۰۹)

''جس دن اللہ جمع فرماویگا رسولوں کو۔ پھر فرماویگا کہ تم کو کیا جواب ملا۔ عرض کرینگے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔''

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی دو توجیہیں فرمائی ہیں اولاً یہ کہ خدایا تیرے علم کے مقابلہ میں ہم کو علم نہیں۔ دوسرے یہ کہ ادباً یہ عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اس وقت انبیائے کرام یہ فرمائیں گے۔ بعد میں پھر عرض کریں گے ہم نے اپنی قوم کو تبلیغ احکام کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ وہ کفار کہیں گے کہ ہم کو احکام نہ پہنچے۔ جس پر امت مصطفیٰ علیہ السلام انبیائے کرام کی گواہی دے گی۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فَعَلٰی ھٰذَاالقَولِ اِنَّمَا نَفُو االعِلمَ عَن اَنفُسِھِم وَاِن کَانُو اعُلَمَآءَ لاَنَّ عِلمَھُم صَارَ کَلاَعِلمِ عِندَ عِلمِ اللہِ

''پس اس قول کی بناء پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگر چہ وہ جانتے تھے کیونکہ علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہوگیا۔''

مدارک قَالُو اذٰلِکَ تَاَدُّبًا اَی عِلمُنَا سَاقِطٌ مَعَ عِلمِکَ فَکَاَنَّہُ لاَ عِلمَ لَنَا

''ان انبیاء نے یہ عرض کیا ادباً یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔''

تفسیر کبیر یہی آیت۔ اِنَّ الرُّسُلَ عَلَیھِمُ السَّلاَمُ لَمَّا عَلِمُو اَنَّ اللہَ عَالِمٌ لاَ یَجھَلُ حَلِیمٌ لاَ یَسفَہُ عَادِلٌ لاَ یَظلِمُ عَلِمُوا اَنَّ قَولَھُم لاَ یُفِیدُ خَیرًا وَّلاَ یَد فَعُ شَرًّا فَالاَ دَبُ فِی السُّکُوتِ وَتَفوِیضِ الاَمرِ اِلیَ اللہِ وَعَدَ لِہٖ فَقَالُو الاَ عِلمَ لَنَا بیضاوی یہی آیت وَقِیلَ المَعنےٰ لاَعِلمَ لَنَا اِلیٰ جَنبِ عِلمِکَ

'' (از خازن) انبیائے کرام نے جب جان لیا کہ اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ تو بھلائی کا فائدہ دیگی اور نہ مصیبت کو دفع کریگی۔ پس ادب خاموشی میں ہے اور معاملہ کو اللہ کے عدل کیطرف سپرد کردینے میں ہے لہذا انہوں نے عرض کردیا کہ ہم کو علم نہیں کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو تیرے علم کے مقابل علم نہیں۔''

روح البیان یہی آیت اِنَّ ھٰذَا الجَوَابَ یَکُونُ فِی بَعضِ مَوَاطِنِ القِیٰمَۃِ وَتَرجِعُ عُقُولُھُم اِلَیھِم فَیَشھَدُونَ عَلیٰ قَومِھِم اَنَّھُم بَلَّغُو االرِّسَالَۃَ وَاَنَّ قَومَھُم کَیفَ رَدُّواعَلَیھِم

یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا۔ اور اس کے بعد حواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی اور ہمارے قوم نے کیا جواب دیا (ملخصا)۔

۸) وَمَا اَدرِی مَایُفعَلُ بِی وَلاَ بِکُم "اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا اور تمہارے ساتھ کیا۔"

اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی۔ نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں روائیت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درائت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے۔ لہٰذا یہ منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے یہ ہی آیت۔

مَاخَرَجَ عَلَیهِ السَّلاَمُ مِنَ الدُّنیَاحَتّٰی عَلَّمَهُ اللهُ فِی القُراٰنِ مَایُعمَلُ بِهٖ وَبِالمُؤمِنِینَ فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ اِجمَالاً وَّتَفصِیلاً

"کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاویگا۔ کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔"

ملا عبدالرحمان محمد دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔ وَمَا اَدرِی مَایُفعَلُ بِی وَلاَ بِکُم نُسِخَ بِقَولِهٖ اِنَّا فَتَحنَالَکَ

آیت مَااَدرِی منسوخ ہے اِنَّافَتَحنَالَکَ سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لَمَّا نَزَلَت هٰذِهِ الاٰیَةُ فَرِحَ المُشرِکُونَ فَقَالُوا وَ اللاّتِ وَالعُزّٰی مَاامرُنَا وَاَمرُ مُحَمَّدٍ اِلاَّ وَاحِدٌ اوَمَالَه عَلَینَا مِن مَّزِیَّةٍوَفَضلٍ لَولاَ اَنَّه مَا ابتَدَعَ مَایَقُولُه لاَ خَبَرَهُ الَّذِی بَعَثَه بِمَا یُفعَلُ بِهٖ فَاَنزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لِیَغفِرَلَکَ اللهُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ(الاٰیَة)فَقَالَتِ الصَّحَابَةُ هَنِیئًا لَکَ یَا نَبِیَّ اللهِ قَد عَلِمتَ مَایُفعَلُ بِکَ فَمَاذَایُفعَلُ بِنَا فَاَنزَلَ اللهُ لِیُدخِلَ المُؤمِنِینَ وَالمُؤمِنَاتِ جَنّٰتٍ (الاٰیَة)وَاَنزَلَ وَبَشِّرِ المُؤمِنِینَ بِاَنَّ لَهُم مِنَ اللهِ فَضلاً کَبِیرًا وَهٰذَاقَولُ اَنَسٍ وَقَتَادَةَ وَعِکرَمَةَ قَالُو اِنَّمَا هٰذَا قَبلَ اَن یُخبَرَ بِغُفرَانِ ذَنبِهٖ وَاِنَّمَا اُخبِرَ بِغُفرَانِ ذَنبِهٖ عَامَ الحُدَیبِیَةِ فَنُسِخَ ذٰلِکَ

"جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے انکو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا نہیں بتادیتا کہ ان سے کیا معاملہ کریگا تو رب نے یہ آیت اتاری لِیَغفِرَلَکَ اللهُ مَاتَقَدَّمَ پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائیگا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں (آلایۃ) اور یہ آیت اتری کہ مسلمانوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے یہ حضرت انس اور قتادہ و عکرمہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی مغفرت کی خبر آپکو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

اگر کوئی کہے کہ آیت لاَاَدرِی خبر ہے اور منسوخ نہیں ہوسکتی تو اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں۔ جیسے وَاِن تُبدُوا (الآیۃ) لاَ یُکَلِّفُ اللهُ نَفسًا سے منسوخ ہے ایسے ہی لاَادرِی کو ابن عباس وانس وابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اِنَّا فَتَحنَالَکَ سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر در منثور وابوالسعود) دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا۔ قُل لاَ اَدرِی اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنٰی میں حکم ہیں جیسے کُتِبَ عَلَیکُم الصِّیَامُ بِاللهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ البَیتِ وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے چوتھے یہ کہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر اور احادیث پر ہے۔ جس سے نسخ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے مذکور بالا مطلب نہ بیان کئے جاویں تو صد ہا احادیث کی مخالفت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لِوَاءُ الحَمدِ ہمارے ہاتھ میں ہوگا آدم وآدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ ہم فرمائیں گے۔ ہمارا حوض ایسا ہوگا۔ اس کے برتن اس طرح ہوں گے وغیرہ وغیرہ ابوبکر جنتی ہیں۔ حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ زہرا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ کسی کو فرمایا کہ تو جہنمی ہے۔ ایک آدمی بہت اچھا جہاد کر رہا ہے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر کار اس نے خودکشی کی۔ اگر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہ ہو تو اپنی اور دیگر حضرات کی یہ خبریں کس طرح سنا رہے ہیں وہ تو جس کے ایمان کی رجسٹری فرمادیں۔ وہ کامل

مومن ہے۔ اس جگہ بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر کفایت کرتا ہوں ،خدادرست سمجھ عطا فرمادے آمین۔

۹) لَا تَعلَمُهُم نَحنُ نَعلَمُهُم (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت ۱۰۱) ’’تم ان کونہیں جانتے ہم انکو جانتے ہیں۔‘‘

اس آیت سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَلَتَعرِفَنَّهُم فِی لَحنِ القَولِ اور ضرور تم ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لوگے لہٰذا یہ آیت منسوخ ہے یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے بتائے انکونہیں پہچانتے۔

جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فَاِن قُلتَ کَیفَ نُفِیَ عَنهُ عِلمٌ بِحَالِ المُنَافِقِینَ وَ اَثبَتَه فِی قَولِهٖ تَعَالیٰ وَلَتَعرِفَنَّهُم فِی لَحنِ القَولِ فَالجَوَابُ اَنَّ اٰیَةَ النَّفیِ نَزَلَت قَبلَ اٰیَةِ الاِثبَاتِ

اسی جمل میں زیر آیت۔ وَلَتَعرِفَنَّهُم فِی لَحنِ القَولِ ہے فَکَانَ بَعدَ ذٰلِکَ لَا یَتَکَلَّمُ مُنَافِقٌ عِندَ النَّبِیِّ عَلَیهِ السَّلَامُ اِلَّا عَرَفَه وَیَستَدِلُ عَلیٰ فَسَادِ بَاطِنِه وَنِفَاقِه

اسی جمل میں زیر آیت۔ وَلَتَعرِفَنَّهُم فِی لَحنِ القَولِ ہے فَکَانَ بَعدَ ذٰلِکَ لَا یَتَکَلَّمُ مُنَافِقٌ عِندَ النَّبِیِّ عَلَیهِ السَّلَامُ اِلَّا عَرَفَه وَیَستَدِلُ عَلیٰ فَسَادِ بَاطِنِه وَنِفَاقِه

اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت وَلَتَعرِفَنَّهُم فِی لَحنِ القَولِ میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے اس آیت کے بعد کوئی بھی منافق حضور علیہ السلام کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

خَفِیَ عَلَیکَ حَالُهُم مَعَ کَمَالِ فِطنَتِکَ وَصِدقِ فِرَاسَتِکَ

’’آپ پر ان کا حال باوجود آپ کی کمال سمجھ اور سچی مردم شناسی کے مخفی رہ گیا۔‘‘

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اندازے سے پتہ لگا لینے کی نفی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے۔ مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔

عینی شرح بخاری جلد صفحہ ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَومَ الجُمعَةِ فَقَالَ اُخرُج یَافُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ فَاَخرَجَ مِنهُم نَاسًا فَفَضَحَهُم

’’حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔‘‘

شرح شفا ملا علی قاری جلد اول صفحہ ۲۴۱ میں فرماتے ہیں۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ کَانَ المُنٰفِقُونَ مِنَ الرِّجَالِ ثَلٰثَةَ مِائَةٍ وَّمِنَ النِّسَاءِ مِائَةً وَّسَبعِینَ

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔‘‘

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہٰذا ہم نے منافقوں اور کفار اور مومنین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب کے لئے آئی۔ ان سب دلائل میں مطابقت کرنے کے لئے یہ توجیہ کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ کلام اظہار غضب کے لئے ہوتا ہے اگر بچہ کو باپ مارنے لگے اور کوئی باپ سے بچائے تو وہ کہتا ہے کہ اس خبیث کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔ اس سے علم کی نفی نہیں۔

۱۰) رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا حضور علیہ السلام نے عبداللہ ابن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم نے منع کیا۔ مگر ان کی عرض نہ سنی تب یہ آیت اتری۔ جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھا؟

جواب اس منافق کا حضرت عباس پر کچھ احسان پر تھا اور اس کا فرزند مخلص مومن تھا اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور پڑھائیں۔ اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی۔ لہٰذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر و روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت علامت توبہ تھی اور شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ جس پر حضور علیہ السلام نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پاوے۔ لہٰذا قرآن کریم نے حضرت فاروق کی تائید فرمادی غرضیکہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا منافق ہونا ظاہر تھا۔ مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیاری ہوتا ہے۔ اور پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم کو پتہ لگ جائے مگر حضور کو پتہ نہ لگے۔

۱۱) وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت ۸۵)

''اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تم کو علم نہ ملا مگر تھوڑا۔''

مخالفین اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہ تھا کہ روح کیا چیز ہے لہٰذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا اس میں تین امور قابل غور ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام نے کہاں فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ملا۔ لہٰذا اس آیت کو نفی علم روح کی دلیل بنانا محض غلط ہے۔ اس میں تو پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو علم بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے تم کو روح کی

حقیقت کا علم نہیں دوسرے یہ کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ کے معنی حضرت قبلہ عالم شیخ مہر علی شاہ صاحب فاضل گولڑوی علیہ الرحمۃ نے

سیف چشتیائی میں حضرت محی الدین ابن عربی سے یہ نقل فرمایا کہ قل الروح من امر ربی فرمادو کہ روح امر رب سے ہے۔ یعنی عالم بہت سے ہیں عالم عناصر، عالم امر، عالم امکان وغیرہ تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر کے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے کیونکہ اے کافرو تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح البیان میں زیر آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ہے۔

لِاَنَّهٗ تَجَاوَزَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ عَنْ عَالَمِ الْعَنَاصِرِ ثُمَّ عَنْ عَالَمِ الطَّبِيْعَةِ ثُمَّ عَنْ عَالَمِ الْاَرْوَاحِ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى عَالَمِ الْاَمْرِ وَعَيْنُ الرَّاْسِ مِنْ عَالَمِ الْاَجْسَامِ فَانْسَلَخَ عَنِ الْكُلِّ وَرَاٰى رَبَّهٗ بِالْكُلِّ

''حضور علیہ السلام معراج کی رات عالم عناصر سے آگے بڑھے پھر عالم طبیعت سے پھر عالم ارواح سے یہاں تک کہ عالم امر تک جا پہنچے اور سر کی آنکھ عالم اجسام سے ہے پس آپ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو گئے اور رب تعالیٰ کو کل ذات سے دیکھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور علیہ السلام نے عالم امر کی سیر ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی عالم امر میں سے بن گئے۔ اور اپنے رب کو دیکھا۔ اور اسی عالم امر کی روح بھی ہے۔ پھر آپ پر روح کیونکر مخفی رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہم جسو کو جانتے پہچانتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے کیونکہ حضرت مریم تو بشر تھیں اور حضرت جبریل روح فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا ہم نے حضرت مریم کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا۔ اور آپ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی۔ اس لئے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔

فتوحات کلیہ باب ۵۷۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

فَكَانَ نِصْفُهٗ بَشَرًا وَّنِصْفُهُ الْاٰخَرُ رُوْحًا مُّطَهَّرًا مَلَكًا لِاَنَّ جِبْرِيْلَ وَهَبَهٗ لِمَرْيَمَ

''حضرت مسیح نصف بشر اور نصف دوم پاک روح ہیں۔ کیونکہ جبریل نے حضرت مریم کو انہیں بخشا۔''

اور ان کی پیدائش بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے۔ تو گویا حضور علیہ السلام از سرتا پا روح ہیں۔

روح البیان نے اسی آیت لَا تُدْرِكُ کے ماتحت لکھا ہے۔

اَلْحَقِيْقَتُ الْمُحَمَّدِيَّةُ هِيَ حَقِيْقَةُ الْحَقَائِقِ وَهُوَ الْمَوْجُوْدُ الْعَامُ الشَّامِلُ

''حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اور وہ ہی وجود عام ہے۔''

لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ روح وہ جو امر یعنی کن سے بلا واسطہ پیدا ہو۔ اور وہ حقیقت محمدیہ ہے۔ کہ بلا واسطہ ان کی پیدائش ان کے نور سے ہے مطلب یہ ہوا کہ عالم کی روح حقیقی میں ہوں۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا کہ یہاں روح سے قرآن یا جبریل مراد ہیں۔ کفار نے سوال کیا تھا کہ قرآن کیا ہے شعر ہے یا کہانت؟ جبریل کون ہیں؟ اور کیسے آتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ قرآن امر الٰہی ہے نہ شعر ہے نہ جادو۔ جبریل امر الٰہی سے آتے ہیں۔

وَمَا يَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمرِ رَبِّکَ اسی کبیر میں ہے۔ فَاِذَا کَانَ مَعرِفَتُ اللّٰہِ تَعَالیٰ مُمکِنَۃً بَل حَاصِلَۃً فَایُّ مَانِعٍ یَمنَعُ مِن مَعرِفَۃِ الرُّوحِ "جب حضور علیہ السلام خدا کو پہچانیں تو روح کو کیوں نہ پہچانیں۔"

تیسرے یہ کہ مفسرین ومحدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم تھا۔

تفسیر خازن نے اسی آیت کے ماتحت لکھا۔

قِیلَ اِنَّ النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلَامُ عَلِمَ مَعنیٰ الرُّوحِ لٰکِن لَّم یخبِربِہٖ لِاَنَّ تَرکَ الاخبَارِ کَانَ عَلَمًا لِنُبُوَّتِہٖ وَالقَولُ الاَصَحُّ اَنَّ اللّٰہَ اِستَاثَرَ بِعِلمِ الرُّوحِ

"کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن اسکی خبر نہ دی کیونکہ یہ خبر دینا آپکی نبوت کی علامت اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم روح سے خاص ہے۔ اس عبارت میں علم روح ماننے والوں کو مشرک نہ کہا گیا اور نہ ان کے قول کو غلط بتایا۔"

تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

جَلَّ مَنصَبُ حَبِیبِ اللّٰہِ اَن یَّکُونَ جَاھِلًا بِالرُّوحِ مَعَ اَنَّہٗ عَالِمٌ بِاللّٰہِ وَقَد مَنَّ اللّٰہُ عَلَیہِ بِقَولِہٖ وَعَلَّمَکَ مَا لَم تَکُن تَعلَم

"حضور علیہ السلام کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ روح سے ناواقف ہوں حالانکہ آپ اللہ سے واقف ہیں رب نے آپ پر احسان جتایا کہ فرمایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے وہ آپ کو بتا دیا۔"

تفسیر مدارک یہی آیت۔ وَقِیلَ کَانَ السُّوَالُ عَن خَلقِ الرُّوحِ یَعنِی مَخلُوقٌ اَم لَا لِقَولِہٖ مِن اَمرِ رَبِّی دَلِیلُ خَلقِ الرُّوحِ فَکَانَ جَوَابًا

"کہا گیا ہے کہ سوال روح کی پیدائش سے متعلق تھا کہ روح مخلوق بھی ہے یا نہیں اور رب کا فرمان مِن اَمرِ رَبِّی روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ جواب ہو گیا۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کا علم ہونے نہ ہونے سے بحث ہی نہیں ہو رہی ہے یہاں تو ذکر مخلوقیت روح کا ہے، مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذا رسانی کفار فقراء صحابہ را میں شیخ فرماتے ہیں۔

"چہ گونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم حقیقت روح از سید المرسلین وامام العارفین کند وداوہ است اوراحق سبحانہ، علم ذات وصفات خود وفتح کردہ برائے اوفتح مبین از علوم اولین وآخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا وذرہ ایست از بیدا۔

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

وَلَا تَظُنَّ اَنَّ ذٰلِکَ لَم یَکُن مَکشُوفًا لِرَسُولِ اللّٰہِ عَلَیہِ السَّلَامُ فَاِنَّ مَن لَّم یَعرِف نَفسَہٗ فَکَیفَ یَعرِفُ اللّٰہَ سُبحٰنَہٗ فَلَا یُبعُدُ اَن یَّکُونَ ذٰلِکَ مَکشُوفًا لِبَعضِ الاَولِیَآءِ وَالعُلَمَآءِ

"مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ رب نے ان کو اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے اور ان پر علوم اولین وآخرین کھول دیئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ اور جنگل کا ایک ذرہ ہے۔ تم یہ گمان نہ کرنا کہ روح حضور علیہ السلام کو نہ تھی۔ کیونکہ جو اپنے کو نہ پہچانے گا۔ وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء وعلماء کو ظاہر ہو۔"

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم روح عطا ہوا بلکہ حضور کے صدقے سے بعض علماء واولیاء کو بھی ملا۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا۔ مگر وہ بلا دلیل ہے۔ نیز جب ثبوت ونفی کے دلائل ہوں تو ثبوت کو اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ ہم قاعدہ اصول کا بیان کر چکے ہیں۔

۱۲) عَفَا اللّٰهُ عَنکَ لِمَا اَذِنتَ لَهُم غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے غلط بہانہ کر کے شرکت نہ کی۔ حضور علیہ السلام کو ان کی حیلہ سازی کا پتہ لگا اور انہیں جہاد میں نہ جانیکی اجازت دے دی اس آیت میں آپ پر عتاب فرمایا گیا کہ کیوں اجازت دی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو اصل حال آپ پر ظاہر ہوتا۔

جواب نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے انکی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش! آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کون سے ہوئی تھی؟

عَفَا اللّٰہ کلمہ دعائیہ ہے نہ کے عتاب۔

۱۳) یَسئَلُونَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرسٰهَا فِیمَ اَنتَ مِن ذِکرٰهَا (پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت ۴۲، ۴۳)

”تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوئی ہے تم کو اس بیان سے کیا تعلق۔“

اس آیت سے مخالفین دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہ تھا کہ کب ہوگی۔ لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا۔ جواب صحیح یہ ہے کہ رب تعالی نے حضور علیہ السلام کو یہ بھی عطا فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت کی چند توجیہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آیت علم قیامت عطا کرنے سے پہلے کی ہے دوم یہ کہ اس سے مقصود سائلین کو جواب دینے سے روکنا ہے نہ کہ آپکے علم کی نفی۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا۔ اَنتَ مِن ذِکرٰهَا آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں آپ کو دیکھ کر ہی جان لینا چاہیے کہ قیامت قریب ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں آپ یہ باتیں بتانے نہیں بھیجے گئے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

وَهٰذَا قَبلَ اِعلَامِهٖ بِوَقتِهَا فَلَا یُنَا فِی اَنَّهٗ عَلَیهِ السَّلَامُ لَم یَخرُج مِنَ الدُّنیَا حَتّٰی اَعلَمَهُ اللّٰهُ بِجَمِیعِ مُغَیَّبَاتِ الدُّنیَا وَالاٰخِرَةِ

”یہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے نہ گئے یہانتک کہ اللہ نے آپ کو دنیا و آخرت کے سارے علوم دے دیئے۔“

روح البیان یہ ہی آیت۔

قَد ذَهَبَ بَعضُ المَشَائِخِ اِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیهِ السَّلَامُ کَانَ یَعرِفُ وَقتَ السَّاعَةِ بِاِعلَامِ اللّٰهِ وَهُوَ لَا یُنَافِی الحَصرَ فِی الاٰیَةِ

”بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے وقت جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔“

روح البیان میں یہ ہی آیت پارہ ۹ زیر آیت یَسئَلُونَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنهَا میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ۷۰ ہزار سال ہے۔ یہ روایت صحیحہ ثابت ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

تفسیر خازن یہ ہی آیت وَقِیلَ مَعنَاهُ فِیمَ اِنکَارٌ لِسُؤَالِهِم اَی فِیمَ هٰذَا السُّؤَالُ ثُمَّ قَالَ اَنتَ یَا مُحَمَّدُ مِن ذِکرٰهَا اَی مِن عَلَامَتِهَا لِاَنَّکَ اٰخِرُ الرُّسُلِ فَکَفَاهُم ذٰلِکَ دَلِیلًا عَلٰی دُنُوِّهَا

”کہا گیا ہے کہ فِیمَا کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں پس ان کو دلیل کافی ہے قیامت قریب ہونے پر۔“

تفسیر مدارک یہ ہی آیت اَو کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَیهِ السَّلَامُ لَم یَزَل یَذکُرُ السَّاعَةَ وَیُسئَلُ عَنهَا حَتّٰی نَزَلَت فَهُوَ تَعَجُّبٌ مِن کَثرَةِ ذِکرِهَا

”یا حضور علیہ السلام قیامت کا بہت ہی ذکر فرماتے تھے اور اسکے بارے میں سوال کیے جاتے تھے یہانتک کہ آیت اتری پس یہ آیت تعجب ہے آپ کے زیادہ ذکر قیامت فرمانے پر۔“

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کس قدر ذکر قیامت فرماتے ہیں۔

مدارک یہ ہی آیت **اَوفِیمَ اِنکَارٌ لِسُوَالِهِم عَنهَا اَی فِیمَ هٰذَا السُّوَالُ ثُمَّ قَالَ اَنتَ مِن ذِکرٰهَا وَاَنتَ اٰخِرُ الاَنبِیَآءِ عَلَامَةٌ مِن عَلَا مَا تِهَا فَلَا مَعنٰے لِسُوَالِهِم عَنهَا**

"یا فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہیں اب انکے قیامت کے پوچھنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔"

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا قیامت کے متعلق پوچھنا لغو ہے آپ خود اس کی علامت ہیں وہ کیوں پوچھتے ہیں۔

مدارک یہ ہی آیت۔

قِیلَ فِیمَ اَنتَ مِن ذِکرٰهَا مُتَّصِلٌ بِالسُّوَالِ اَی یَسئَلُونَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرسٰهَا وَیَقُولُونَ اَینَ اَنتَ مِن ذِکرٰهَا ثُمَّ استَانَفَ فَقَالَ اِلٰی رَبِّکَ

"اور کہا گیا ہے کہ **فِیمَا اَنتَ** سوال سے ملا ہوا ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا پھر رب تعالیٰ نے اپنی بات شروع کی **اِلٰی رَبِّکَ** اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار نے پوچھا کہ آپ کو یہ علم کہاں سے ہے۔ رب نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تو یہ آیت علم قیامت کا ثبوت ہے۔

مدارک یہ ہی آیت **اِنَّمَا اَنتَ مُنذِرُ مَن یَّخشٰهَا اَی لَم تُبعَث لَتُعلِمَهُم بِوَقتِ السَّاعَةِ اِنَّمَا اَنتَ الخ**

"یعنی آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو قیامت کے وقت کی خبر دیں۔"

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار کا یہ کہنا کہ اگر آپ قیامت کی خبر دے دیں تو آپ نبی ہیں ورنہ نہیں۔ محض بیہودہ ہے کیونکہ قیامت کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذا رسانی کفار فقراء صحابہ را میں ہے۔

وبعضے علماء علم ساعت نیز مثل ایں معنیٰ گفتہ اند "یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔"

۱۴) **یَسئَلُونَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنهَا قُل اِنَّمَا عِلمُهَا عِندَاللهِ** (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت ۱۸۷)

"تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسکو خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔"

مخالفین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں دیا۔ اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دینے کی نفی نہیں۔ دوم یہ کہ علم قیامت دینے سے قبل کی آیت ہے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت **وَالَّذِی یَجِبُ الاِیمَانُ بِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیهِ السَّلَامُ لَم یَنتَقِل مِنَ الدُّنیَا حَتّٰی اَعلَمَهُ اللهُ بِجَمِیعِ المُغَیَّبَاتِ الَّتِی تَحصُلُ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَةِ فَهُوَ یَعلَمُهَا کَمَا هِیَ عَینَ یَقِینٍ لِمَاوَرَدَ رُفِعَت لِیَ الدُّنیَا فَاَنَا اَنظُرُ فِیهَا کَمَا اَنظُرُ اِلٰی کَفِّی هٰذِهٖ وَوَرَدَاَنَّهُ اُطلِعَ لِیَ الجَنَّةُ وَمَا فِیهَا وَالنَّارُ وَمَا فِیهَاوَغَیرِ ذٰلِکَ مِمَّا تَوَاتَرَتِ الاَخبَارُ وَلٰکِن اُمِرَ بِکِتمَانِ بَعضِهَا**

"جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اسطرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی علاوہ ازیں اور متواتر خبریں ہیں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔"

تفسیر خازن میں اس آیت میں ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ **یسئلونک عنها کانک حفی** یعنی یہ لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان پر بڑے مہربان ہیں۔ اور آپ ان کو بتا ہی دیں گے حالانکہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہے اغیار سے چھپانا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت ۶۳)

''لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

جواب تفسیر صاوی یہی آیت اِنَّمَا وَقْتَ السُّوَالِ وَاِلَّا فَلَمْ یَخْرُجْ نَبِیُّنَا عَلَیْهِ السَّلَامُ حَتّٰی اَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ وَمِنْ جُمْلَتِهَا السَّاعَةُ

''یعنی اس قیامت پر کوئی مطلع نہیں اور یہ سوال کے وقت تھا ورنہ نبی علیہ السلام تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے تمام غیبوں پر مطلع فرمادیا۔ جن میں سے قیامت بھی ہے۔''

روح البیان یہی آیت۔ وَلَیْسَ مِنْ شَرْطِ النَّبِیِّ اَنْ یَعْلَمَ الْغَیْبَ بِغَیْرِ تَعْلِیْمٍ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی

''اور نبی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بغیر بتائے غیب جانے۔''

اس آیت میں کسی کو علم قیامت دینے کی نفی نہیں لہٰذا اس سے حضور علیہ السلام کے نہ جاننے پر دلیل پکڑنا غلط ہے۔

تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اَلْمَعْنٰی لَا یُفِیْدُ عِلْمَه غَیْرُه تَعَالٰی فَلَا یُنَافِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ یَخْرُجْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اُطْلِعَ عَلٰی مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَمَا هُوَ کَائِنٌ وَمِنْ جُمْلَتِهٖ عِلْمُ السَّاعَةِ

''معنی یہ ہیں کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کو سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرمادیا۔ ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔''

مخالفین علم قیامت کی نفی کی دلیل میں شروع مشکوٰۃ کی وہ ہدایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا اَخْبِرْ نِیْ عَنِ السَّاعَةِ مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ یعنی اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں۔

مگر یہ دلیل بھی محض لغو ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لَا اَعْلَمُ ''میں نہیں جانتا'' اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا۔ فَاَخْبِرْ عَنْ اَمَارَاتِهَا تو قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے اس پر حضور علیہ السلام نے چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ اولاد نافرمان ہوگی اور کمین لوگ عزت پائیں گے وغیرہ وغیرہ جس کو قیامت کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ ان سے نشان پوچھنا کیا معنی؟ نشان اور پتہ تو جاننے والے سے پوچھا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا۔

مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ ''قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے دن۔''

کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔

بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ ''ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں۔'' (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الجمعہ)

یعنی ہمارے زمانہ کے بعد بس قیامت ہی ہے اور اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں۔ کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا۔ ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرمادیا پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی۔ سنہ ہجری عہد فاروقی میں مقرر ہوئی کہ ہجرت تو ربیع الاول میں ہوئی مگر سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ سال میں جو کوئی بھی اہم واقعہ ہوا اس سال منسوب کر دیا۔ سال فیل، سال فتح، سال حدیبیہ وغیرہ۔ تو سنہ ہجری کس طرح بتایا جاسکتا تھا۔ اس دن کے علامات وغیرہ سب بتادیئے اور جو ذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہو سکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من و عن واقعات بیان کر دیئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا

کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کر لیا جاوے۔ نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران ارشاد فرمائی۔

اعتراض ۱۶ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت ۳۴)

''بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔''

اس آیت سے مخالفین کہتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ اللہ کی صفت ہے جو کسی غیر کیلئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اسی کو علوم خمسہ کہتے ہیں قیامت کب ہوگی، بارش کب ہوگی، عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ اس آیت کی تائید میں شرح مشکوٰۃ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ یعنی پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہم علوم خمسہ کے بارے میں نہایت منصفانہ تحقیق کرتے ہیں اور ناظرین سے انصاف کی توقع اور اپنے رب سے تمنائے قبول رکھتے ہیں اولاً اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال پھر اس حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پھر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔

وَلَکَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ ھٰذِہِ الْخَمْسَۃِ وَاِنْ لَّا یَعْلَمُھَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہُ لٰکِنْ یَجُوْزُ اَنْ یُّعَلِّمَھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ مُّحِبِّیْہِ وَ اَوْلِیَآءِہٖ بِقَرِیْنَۃِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ

''اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔''

تفسیر صاوی آیت مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اَیْ مِنْ حَیْثُ ذَاتِھَا وَاَمَّا بِاِعْلَامِ اللّٰہِ لِلْعَبْدِ فَلَا مَانِعَ مِنْہُ کَالْاَنْبِیَآءِ وَبَعْضِ الْاَوْلِیَآءِ قَالَ تَعَالٰی وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ قَالَ تَعَالٰی فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَلَا مَانِعَ مِنْ کَوْنِ اللّٰہِ یُطْلِعُ بَعْضَ عِبَادِہِ الصّٰلِحِیْنَ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ فَتَکُوْنُ مُعْجِزَۃً لِّلنَّبِیِّ وَ کَرَامَۃً لِّلْوَلِیِّ وَلِذٰلِکَ قَالَ الْعُلَمَآءُ الْحَقُّ اَنَّہٗ لَمْ یَخْرُجْ نَبِیُّنَا مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَطْلَعَہٗ عَلٰی تِلْکَ الْخَمْسِ

''یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور بعض اولیاء رب نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہانتک کہ ان کو ان پانچوں باتوں پر رب نے مطلع فرمادیا۔''

تفسیر عرائس البیان زیر آیت یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ہے۔

سَمِعْتُ اَیْضًا مِنْ بَعْضِ الْاَوْلِیَآءِ اَنَّہٗ اَخْبَرَ مَا فِی الرَّحِمِ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَرَاَیْتُ بِعَیْنِیْ مَا اَخْبَرَ

''ہم نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے بچے لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَمَا رُوِیَ عَنِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ مِنَ الْاَخْبَارِ عَنِ الْغُیُوْبِ فَبِتَعْلِیْمِ اللّٰہِ اِمَّا بِطَرِیْقِ الْوَحْیِ اَوْ بِطَرِیْقِ الْاِلْھَامِ وَالْکَشْفِ وَکَذَا اَخْبَرَ بَعْضُ الْاَوْلِیَآءِ عَنْ نُّزُوْلِ الْمَطَرِ وَاَخْبَرَ عَمَّا فِی الرَّحِمِ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی فَوَقَعَ کَمَا اَخْبَرَ ''اور جو غیب کی خبریں انبیاء و اولیاء سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریقے سے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچے لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہ ہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔''

قیامت کے علم کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ جو علوم خمسہ میں سے ہے۔

ان تفاسیر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے علوم خمسہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دیئے اور اس آیت میں خبیر بمعنی مخبر ہے۔ اس کے متعلق اور بھی تفاسیر کی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس پر انحصار کرتا ہوں اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَمَنِ ادَّعٰی شَیْئًی مِنْهَا غَیْرَ مُسْنَدٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَتِهٖ

''پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔''

لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ یَعْلَمُ بِدُوْنِ تَعْلِیْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی ''مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔''

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ایں نداند امور الغیب اند کر کہ جز خدائے تعالیٰ کسے آں رانداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بداند۔'' مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے۔ وحی یا الہام سے۔

امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں۔

لَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ وَاِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یُطْلِعُهٗ عَلٰی غَیْبِهٖ وَ الْوَلِیُّ التَّابِعُ لَهٗ یَاْخُذُہٗ عَنْهُ

''کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی سوائے اللہ کے اور پسندیدہ رسول کے کیونکہ رب تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کا اتباع ولی ان سے وہ غیب لیتا ہے۔''

انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ زیر حدیث خَمْسٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

اَخْبَرَ الصِّدِّیْقُ زَوْجَتَهٗ بِنْتَ خَارِجَةَ اَنَّهَا حَامِلَةٌ بِنْتٍ فَوَلَدَتْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ فَهٰذَا مِنَ الْفِرَاسَةِ وَالظَّنِّ وَیُصَدِّقُ اللّٰهُ فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ

''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی سے حاملہ ہیں۔ لہٰذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔''

سید شریف عبدالعزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں۔

هُوَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ مِنْ شَیْئٍ مِنَ الْخَمْسِ الْمَذْکُوْرَةِ فِی الْاٰیَةِ وَکَیْفَ یَخْفٰی ذٰلِکَ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِیْفَةِ یَعْلَمُوْنَهَا وَهُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَکَیْفَ بِالْغَوْثِ فَکَیْفَ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ الَّذِیْ هُوَ سَبَبُ کُلِّ شَیْئٍ وَمِنْهُ کُلُّ شَیْئٍ

''حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے ساتھ قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء ﷺ کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی روض النضیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَّا هُوَ مَعْنَاهُ بِاَنَّهٗ لَایَعْلَمُهَا اَحَدٌ بِذَاتِهٖ اِلَّا هُوَ لٰکِنْ قَدْ یَعْلَمُ بِهٖ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ فَاِنَّ ثَمَّ مَنْ یَعْلَمُهَا وَقَدْ وَجَدْنَا ذٰلِکَ بِغَیْرِ وَاحِدٍ کَمَارَءَ یْنَا جَمَاعَةً عَلِمُوْا مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَعَلِمُوْا مَافِی الْاَرْحَامِ

''حضور علیہ السلام کا فرمانا اِلَّا هُوَ اس کے معنی یہ ہیں کہ انکو اپنے آپ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی اللہ کے بتانے سے جان لیتے ہیں کیونکہ یہاں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم نے متعدد کو ایسا پایا جیسے ہم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ جان لیتے ہیں کہ کب مرینگے اور جانتے ہیں شکم کے بچہ کو۔

یہی علامہ جلال الدین سیوطی خصائص شریف میں فرماتے ہیں۔

عُرِضَ عَلَیْهِ مَاهُوَ کَائِنٌ فِیْ اُمَّتِهٖ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ

''حضور علیہ السلام پر تمام وہ چیزیں پیش کردی گئیں جو آپ کی امت میں قیامت تک ہونیوالی ہیں۔''

علامہ بجوری شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں۔

لَم يَخرُجِ النَّبِيُّ عَلَيهِ السَّلَامُ مِنَ الدُّنيَا اِلَّا بَعدَ اَن اَعلَمَه اللّٰهُ بِهٰذِهِ الاُمُورِ الخَمسَةِ

''حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لیگئے مگر اسکے بعد کہ اللہ نے آپکو ان پانچوں چیزوں کا علم بتادیا۔''

جمع النہایہ میں علامہ شنوائی فرماتے ہیں۔

قَدوَرَدَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخرِجِ النَّبِيَّ عَلَيهِ السَّلَامُ حَتّٰى اَطلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيئٍ.

''یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے خارج نہ کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کردیا۔''

یہ ہی علامہ شنوائی اسی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قَالَ بَعضُ المُفَسِّرِينَ لَا يَعلَمُ هٰذَا الخَمسَ عِلمًا لَدُنيًا ذَاتِيًا بِلَا وَاسِطَةٍ اِلَّا اللّٰهُ فَالعِلمُ بِهٰذَا الصِّفَةِ مِمَّا اختَصَّ اللّٰهُ بِه وَاَمَّا بِوَاسِطَةٍ فَلَا يَختَصُّ بِه

''بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو ذاتی طور پر بلا واسطہ تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اسطرح کا علم خدا سے خاص ہے لیکن علم بالواسطہ وہ خدا سے خاص نہیں۔''

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں فاضل ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

الحَقُّ كَمَا جَمعٌ اَنَّ اللّٰهَ لَم يَقبِض نَبِيَّنَا عَلَيهِ السَّلَامُ حَتّٰى اَطلَعَه عَلٰى كُلِّ مَا اَبهَمَ عَنهُ اِلَّا اَنَّه اُمِرَ بِكَتمِ بَعضٍ وَالاِعلَامِ بِبَعضٍ

''حق وہ ہی ہے جو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو وفات نہ دی یہانتک کہ پوشیدہ چیزوں پر خبردار کردیا لیکن بعض کے چھپانے اور بعض کے بتانیکا حکم دیا۔''

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان محدثین صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔ ''نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند نمی زیست کبیدہ خاطر بحضور شیخ فرمود کہ از پشت تو فرزندے خواہد آمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند۔''

نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ ملول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمہاری پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھردے گا۔ یہاں تک تو علوم خمسہ کے نقلی دلائل تھے۔ اسکی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔ جس کا حوالہ ہم تحذیر الناس سے پیش کرچکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں کا علم دیا گیا یا نہیں۔ مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ شکم مادر میں بچہ بننے کا ذکر فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ثُمَّ يَبعَثُ اللّٰهُ اِلَيهِ مَلَكًا بِاَربَعِ كَلِمٰتٍ فَيَكتُبُ عَمَلَه وَاَجَلَه وَرِزقَه وَشَقِيٌّ اَو سَعِيدٌ ثُمَّ يُنفَخُ فِيهِ الرُّوحُ

''یعنی پھر رب تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھ جاتا ہے اسکا علم اسکی موت اس کا رزق اور یہ کہ نیک بخت ہے یا بد بخت پھر روح پھونکی جاتی ہے۔''

یہ ہی علوم خمسہ ہیں اور تمام موجودہ اور گذشتہ لوگوں کی یہ پانچ باتیں وہ فرشتہ کاتب تقدیر جانتا ہے

مشکوۃ اسی باب میں ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الخَلَائِقِ قَبلَ اَن يَّخلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ بِخَمسِينَ اَلفَ سَنَةٍ

''اللہ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھدیں۔''

معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں علوم خمسہ ہیں۔ تو وہ ملائکہ جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں اسی طرح انبیاء واولیاء جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے ان کو یہ علوم خمسہ حاصل ہوئے۔ مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اولاد آدم کی روحیں سیاہ و سفید رنگ میں دکھادی گئیں کہ سیاہ روحیں کافروں کی ہیں سفید مسلمانوں کی۔ معراج میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ ان کے داہنے جانب سفید اور بائیں جانب سیاہ رنگ کی ارواح ہیں یعنی جنتی دوزخی لوگ مومنوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کفار کو ملاحظہ فرما کر غمگین۔ اسی مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے۔ کہ ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے مجمع صحابہ میں تشریف لائے۔ اور داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ نام مع ان کے قبائل کے ہیں۔ اور آخر میں ان ناموں کا ٹوٹل بھی لگا دیا گیا ہے۔ کہ کل کتنے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ اَلظَّاهِرُ مِنَ الاشَارَاتِ اَنَّهُمَا حِسِّيان وَقِيلَ تَمثِيلٌ. اشارہ سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ کتابیں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ اسی مشکوۃ باب عذاب القبر میں ہے کہ جو مردہ نکیرین کے امتحان میں کامیاب پانا کام ہوتا ہے تو نکیرین کہتے ہیں۔ قَدْ كُنَّا نَعلَمُ اَنَّکَ تَقُولُ هٰذَا ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ معلوم ہوا کہ نکیرین کو امتحان میت سے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کا علم ہوتا ہے۔ امتحان تو فقط پابندی قانون یا معترض کا منہ بند کرنے کو ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب کسی صالح آدمی کی بیوی اس لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔ پھر ہمارے پاس آنیوالا ہے اس جھگڑا نہ کر مشکوۃ کتاب النکاح فی عشرۃ النساء معلوم ہوا کہ حور کو بھی خبر ہوتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں ایک دن پہلے زمین پر نشان لگا کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں۔ موت کی زمین کا علم ہوا۔ (مشکوۃ کتاب الجہاد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ کا علم اللہ نے بعض بندوں کو بھی دیا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا علم ان سب کے علموں کو محیط تو کس طرح ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ حاصل نہ ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ علوم عطائی حادث ہو کر خدا کی صفت نہیں۔ ورنہ کسی کو ان میں سے ایک بات کا بھی علم نہ ہوتا۔ صفت الٰہی میں شرکت نہ تو کلا جائز نہ بعضا۔ ان دلائل کے جواب ان شاء اللہ مخالف سے نہ بن سکیں گے۔

اعتراض ۱۷ وَمَا يَعلَمُ تَاوِيلَه اِلَّا اللّٰهُ متشابہات آیات کی تاویل رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہات آیات کا علم نہ تھا۔

جواب اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے متشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ القُراٰنَ اپنے حبیب کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ جب رب نے سارا قرآن حضور کو سکھا دیا تو متشابہات بھی سکھا دیے۔ اسی لئے حنفی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں ورنہ ان کا نازل کرنا بیکار رہوگا۔ شافعیوں کے نزدیک علماء بھی جانتے ہیں وہ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ پر وقف کرتے ہیں۔ شوافع کے ہاں اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ اور مضبوط علماء کے سوا کسی کو نہیں۔

دوسری فصل

نفی غیب کی احادیث کے بیان میں

مخالفین نفی غیب کے لئے بہت سی احادیث پیش کرتے ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے رب نے فلاں چیز کا علم نہ دیا بلکہ کسی میں تو ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ کسی میں ہے مجھے کیا خبر کسی میں ہے کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے نہ بتائی۔ کسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فلاں سے یہ بات پوچھی۔ اور یہ تمام باتیں علم کی نفی ثابت نہیں کرتیں۔ نہ بتانا یا پوچھنا یا اَللّٰہُ اَعْلَمُ فرمانا اور بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے بہت سی باتیں خدا نے بندوں کو نہ بتائیں۔ سوال کے باوجود مخفی رکھا۔ بہت سی چیزوں کے متعلق پروردگار عالم فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا اس کو بھی علم نہیں۔ ایک حدیث صحیح قطعی الدلالت ایسی لاؤ۔ جس میں عطائے علم غیب کی نفی ہو۔ مگر ان شاء اللہ نہ لاسکیں گے۔ یہ جواب نہایت کافی تھا مگر پھر بھی ان کی مشہور احادیث عرض کرکے جواب عرض کرتا ہوں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیقِ

اعتراض (۱) مشکوٰۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا۔

وَفِینَا نَبِیٌّ یَعلَمُ مَا فِی غَدٍ ''ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔''

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ وہ ہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا۔

جواب اولاً تو غور کرنا چاہیے کہ یہ مصرع خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں۔ کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا۔ اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ کیوں کہ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور ﷺ نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی۔ بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے۔ تو بطور انکسار کہتے ہیں۔ ارے میاں! یہ باتیں چھوڑو وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکسار اً فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لئے ادب چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا ملا کر پڑھتے ہیں۔

مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لِکَرَاھَۃِ نِسبَۃِ عِلمِ الغَیبِ اِلَیہِ لِاَنَّہٗ لَا یَعلَمُ الغَیبَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اِنَّمَا یَعلَمُ الرَّسُولُ مِنَ الغَیبِ مَا اَعلَمَہٗ اَو لِکَرَاھَۃِ اَن یُذکَرَ فِی اَثنَاءِ ضَربِ الدَّفِّ وَاَثنَاءِ مَرثِیَۃِ القَتلٰی لِعُلُوِّ مَنصَبِہٖ عَن ذَالِکَ

''منع فرمایا کہ علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔''

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

''گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت را ناخوش آمد و بعضے گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف دے در اثنا لہو مناسب نہ باشد۔''

شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اسلئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے۔ لہذا آپکو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔''

اعتراض (۲) مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور ﷺ نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکار دو عالم کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔

اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم ''اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔''

معلوم ہوا کہ آپکو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاوینگے اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب حضور علیہ السلام کا فرمانا اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔

شرح شفا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وَخَصَّہُ اللہُ مِنَ الاِطّلَاعِ عَلیٰ جَمِیعِ مَصَالِحِ الدُّنیَا وَالدِّینِ وَ استُشکِلَ بِاَنَّہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ وَجَدَ الاَنصَارَ یُلَقِّحُونَ النَّخلَ فَقَالَ لَو تَرَکتُمُوہُ فَتَرَکُوہُ فَلَم یَخرُج شَیئًا اَو خَرَجَ شِیصًا فَقَالَ اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم قَالَ الشَّیخُ السَّنُوسِیُّ اَرَادَ اَن یَحمِلَھُم عَلیٰ خَرقِ العَوَائِدِ فِی ذٰلِکَ اِلیٰ بَابِ التَّوَکُّلِ وَاَمَّا ھُنَاکَ فَلَم یَمتَثِلُو فَقَالَ اَنتُم اَعرَفُ بِدُنیَاکُم وَلَو امتَثَلُو وَتَحَمَّلُو فِی سَنَۃٍ اَو سَنَتَینِ لَکُفُوا اَمرَ ھٰذِہِ المِحنَۃِ

''اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور نے انصار کو درختوں کی تلقیح کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ تم اسکو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ پھل ہی نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام کر کے باب توکل تک پہنچادیں۔ انہوں نے نہ مانا تو فرمادیں کہ تم جانو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔''

ملا قاری اسی شرح شفا جلد دوم صفحہ ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

وَلَو ثَبَتُو عَلیٰ کَلَامِہٖ اَفَاقُو اِلیٰ الفَنِّ تَقَعُ عَنھُم کُلفَۃُ المُعَالَجَۃِ

''اگر وہ حضرات حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لیجاتے اور ان سے اس تلقیح کی محنت دور ہو جاتی۔''

فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل فرمایا۔

وَلَا یَعزُبُ عَن عِلمِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ مِثقَالُ ذَرَّۃٍ فِی الاَرضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ مِن حَیثُ مَرتَبَتِہٖ وَاِن کَانَ یَقُولُ اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم

''حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز پوشیدہ نہیں اگر چہ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی کام تم جانو۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی تھی اور نہ کاشتکاروں کی صحبت حاصل کی۔ مگر زمانہ قحط آنے سے پہلے حکم دیا کہ غلہ خوب کاشت کرو۔ اور فرمایا۔

فَمَا حَصَدتُّم فَذَرُوہُ فِی سُنبُلِہٖ ''کہ جو کچھ کاٹو اس کو بالی ہی میں رہنے دو۔''

یعنی گیہوں کی حفاظت کا طریقہ سکھایا۔ آج بھی غلہ کو بھوسے میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ان کو کھیتی باڑی کا خفیہ راز کس طرح معلوم ہوا؟ اور فرمایا۔

اِجعَلنِی عَلیٰ خَزَائِنِ الاَرضِ اِنِّی حَفِیظٌ عَلِیمٌ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت ۵۵)

''مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں اس کا محافظ اور ہر کام جاننے والا ہوں۔''

یہ ملکی انتظامات وغیرہ کس سے سیکھے؟ تو کیا حضور علیہ السلام کی دانائی اور حضور کا علم حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کم ہے، معاذ اللہ۔

اعتراض (۴) ترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام میں ہے کہ حضرت مسروق عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا یا کسی شئی کو چھپایا وہ جھوٹا ہے۔

وَمَن زَعَمَ اَنَّہٗ یَعلَمُ مَا فِی غَدٍ فَقَد اَعظَمَ الفِریَۃَ عَلَی اللہِ

''اور جو کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔''

جواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تینوں باتیں اپنے ظاہری معنیٰ پر نہیں ہیں آپ کے یہ قول اپنی رائے سے ہیں۔ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں رب تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت پیش فرمائی۔ اور اب تک جمہور اہل اسلام اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو اس کی تحقیق مدارج اور نسیم الریاض وغیرہ میں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن سورہ والنجم میں اسی طرح صدیقہ کا فرمانا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی چیز نہ چھپائی۔ اس سے مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں۔ ورنہ بہت سے اسرار الٰہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم دوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الٰہیہ نامحرم سے چھپائے گئے۔ اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔ اس سے مراد ہے بالذات نہ جاننا ورنہ صدہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آوے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی، دجال کی، امام مہدی کی اور حوض

کوثر کی شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی۔ جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی۔ اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنے بھی کئے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم مانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا۔ رات آوے گی۔ یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج جسمانی کا بھی انکار فرمایا۔ مگر یہ ہی کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج انکے نکاح میں آنے سے پیشتر کا ہے۔ جواب تک انکے علم میں نہ آیا تھا۔

اعتراض (٤) صدیقہ کا ہار گم ہوگیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا پھر اونٹ کے نیچے سے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتادیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

جواب اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا کہ نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الٰہی یہ تھی، کہ صدیقہ کا ہار گم ہو، مسلمان اس کی تلاش میں یہاں رک جاویں ظہر کا وقت آجاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک مسلمان معلوم کرلیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمم ملا۔ اگر اسی وقت ہار بتادیا جاتا۔ تو آیت تیمم کیوں نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔ اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہے۔ شان محبوب علیہ السلام پہچاننے کی خدا کی توفیق دے۔

اعتراض (٥) مشکوٰۃ باب الحوض والشفاء میں ہے۔

لَیَرِ دَنَّ عَلَیَّ اَقْوامٌ اَعرِ فُھُم وَیَعرِ فُونَنِی ثُمَّ یُحالُ بَینِی وَبَینَھُم فَاَقُولُ اِنَّھُم مِنِّی فَیقَالُ اِنَّکَ لاَ تَدرِی مَا اَحدَثُوا بَعدَکَ فَاَقُولُ سُحقًا سُحقًا لِمَن غَیرَ بَعدِی

''حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئینگی جنکو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کردی جاوے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاویگا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے پس فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت میں بھی اپنے پرائے اور مومن و کافر کی پہچان نہ ہوگی کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

جواب حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا۔

ذُقِ اِنَّکَ اَنتَ العَزِیزُ الکَرِیم ''عذاب چکھ۔ تُو تو عزت کرم والا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ **ھٰذَا رَبِّی** یہ میرا رب ہے۔

پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں **اَعرِفُھُم** ہم ان کو پہچانتے ہیں، کیا اس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی۔ اعضاء وضو کا چمکنا، چہرا نورانی ہونا **یَومَ تَبیَضُّ وُجُوہٌ وَتَسوَدُّ** داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا۔ پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ اور کفار کی علامت ہوگی ان کے خلاف ہونا۔ اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا۔ ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی جو آج بیان ہورہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔ نیز آج تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دے دی۔ عشرہ مبشرہ کو بشارت دی۔ دو کتابیں صحابہ کرام کو دکھادیں۔ جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام ہیں وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنیٰ؟ حضور علیہ السلام کو خبر نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یُعرَفُ المُجرِ مُونَ بِسِیمَاھُم نیز فرماتا ہے **سِیمَاھُم فِی وُجُوھِھِم مِن اَثَرِ السُّجُودِ** معلوم ہوا کہ قیامت میں نیک و بد لوگوں کی علامات چہروں پر ہوں گی۔

مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ سجدہ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جاوے گا۔

فَمَن وَجَدتُم فِی قَلبِہٖ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ مِن خَیرٍ فَاَخرِجُوہُ

''جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ۔ اس کو نکال لے جاؤ۔''

دیکھو جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چہرہ دیکھ کر علامات دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

اعتراض(۶) بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت ام العلاء کی روایت ہے۔

وَاللّٰہِ مَاادرِی وَاَنَا رَسُو لُ اللّٰہِ یُفعَلُ بِی

''خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

جواب اس جگہ علم کی نفی نہیں۔ بلکہ درایتہ کی نفی ہے۔ یعنی میں اپنے اٹکل وقیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو۔ یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے۔ ورنہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہونگے ان کی مطابقت کس طرح کی جاوے گی۔

اعتــراض(۷) بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگی۔ آپ اس میں پریشان تو رہے مگر بغیر وحی آئے ہوئے کچھ نہ فرما سکے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی؟ اور اتنے روز تک خاموشی کیوں فرمائی۔

جواب اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ کہ نہ جاننا۔ نہ بتانے سے نہ جاننا لازم نہیں آتا۔ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو خبر نہ تھی نیز بخاری کی اسی حدیث میں ہے۔

مَاعَلِمتُ عَلٰی اَھلِی اِلَّا خَیراً ''میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔''

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے، وقت سے پہلے اظہار نہیں اور یہ تو ہوسکتا ہی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ پر بدگمانی ہوئی ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو عتاب فرمایا۔

لَو لَا اِذ سَمِعتُمُوہُ ظَنَّ المُؤمِنُونَ وَالمُؤمِنَاتُ بِاَنفُسِھِم خَیراً وَّقَالُوا ھٰذَا اِفکٌ مُّبِین (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت ۱۲)

''یعنی مسلمان مردوں وعورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ کھلا ہوا بہتان ہے۔''

پتہ لگا کہ نزول براءت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں۔ تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرماسکتے۔ ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا **ھٰذَا اِفکٌ مُّبِین** آپ پر واجب نہ تھا کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔ رہی پریشانی اور اتنا سکوت، یہ کیوں ہوا؟ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے۔ اگر کسی عزت وعظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جاوے اور وہ خود جانتا بھی ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ سے پریشان ہوتا ہے لوگوں میں افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔ اگر آیات نزول کے انتظار میں نہ فرمایا جاتا۔ اور پہلے ہی عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات میں تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقہ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جواب ملا۔ اس تاخیر میں صدہا حکمتیں ہیں۔ اور یہ تو مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوسکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلخَبِیثَاتُ لِلخَبِیثِینَ وَالخَبِیثُونَ لِلخَبِیثَاتِ (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت ۲۶)

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔''

اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے۔ یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں کافرہ ہوسکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے۔ مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے اسی لئے انبیاء کی بیوی کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الغسل کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اور اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمان میں بھی ہے۔ تو کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں ان سے یہ قصور ہوسکتا ہی نہیں۔ نیز مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوبہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک کہ مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرمادیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ پاکدامنی سے پاکدامنی فرمادی۔ حضرت مریم کو تہمت لگی۔ تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی۔ مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی

بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی۔ بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور گواہی کو قرآن کا جزو بنایا۔ تا کہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

تنبیهه ایک جہل ہے ایک نسیان ایک ذھول۔ جہل نہ جاننا ہے۔ نسیان جان کر حافظہ سے نکل جانا۔ ذھول یہ ہے کہ کوئی چیز حافظہ میں ہو مگر ادھر توجہ نہ رہے۔ ایک شخص قرآن نہ پڑھا دوسرے نے حفظ کر کے بھلا دیا۔ تیسرا شخص حافظ کامل ہے۔ اگر کسی وقت کوئی آیت اس پوچھی تو بتا نہ سکا۔ توجہ نہ رہی۔ پہلا تو قرآن سے جاہل۔ دوسرا ناسی، تیسرا ذاہل ہوا، انبیائے کرام کو بعض وقت کسی خاص چیز کا نسیان ہو سکتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ **فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْلَهٗ عَزْمًا** وہ بھول گئے ہم نے ان کا قصد نہ پایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر لوح محفوظ پر تھی۔ یہ تمام واقعات پیش نظر تھے۔ مگر ارادہ الہیٰ کہ کچھ مدت کے لئے نسیان ہو گیا۔ قیامت میں شفیع کی تلاش میں سارے مسلمان جن میں محدثین و مفسرین و فقہا سب ہی ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے کہ آپ شفاعت فرمادیں۔ وہ شفاعت تو نہ کریں گے اور نہ شفیع المذنبین کا صحیح پتہ دیں گے۔ خیال سے فرمادیں گے کہ حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ وہاں جاؤ، وہاں جاؤ شاید وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حالانکہ دنیا میں سب کا عقیدہ تھا اور ہے کہ قیامت میں شفیع المذنبین حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ ہوا ذھول کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔ اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اس کی وجہ ذھول (ادھر توجہ کا نہ ہونا) ہو سکتی ہے۔ بے علمی ثابت نہ ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْن اگر چہ آپ اس سے پہلے واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پرواہ تھے غافل فرمایا جاہل نہ فرمایا۔ غافل وہ کہ واقعہ علم میں ہے۔ مگر ادھر دھیان نہیں گلستان میں فرماتے ہیں کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا۔

زمصرش بوئے پیراہن شمیدی چرا در چاہ کنعانش ندیدی !

کہ آپ نے حضرت یوسف کے کرتہ کی خوشبو مصر سے تو پائی۔ مگر کنعان کے کنوئیں میں رہے۔ تو آپ معلوم نہ کر سکے۔ جواب دیا۔

بگفت احوال ما برق جہاں است دمے پیدا و دیگر دم نہان است گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ! گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ماہ کنعان مصر میں تجلی دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (پارہ۱۳ سورہ ۱۲ آیت ۸۶) "مجھے خدا کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو نہیں معلوم۔"

روح البیان پارہ بارہ ۱۲ زیر آیت **وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ** میں ہے کہ رب تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا رونا بہت پسند ہے حضرت نوح اتنا روئے کہ نام ہی نوح ہوا۔ یعنی نوحہ اور گریہ زاری کرنے والے۔ حضرت یعقوب کے رونے کے لئے فراق یوسف سب ظاہری تھا ورنہ ان کا رونا بلندی درجات کا سبب تھا۔ لہٰذا ان کا یہ رونا حضرت یوسف سے بے خبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ **اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَةِ** مثنوی میں ہے۔

عشق لیلیٰ نیست ایں کار منست حسن لیلیٰ عکس رخسار منست خوش بباید نالہ شب ہائے تو ذوقہا دارم بیار بہائے تو

بنیامین کو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک حیلہ سے روک لیا۔ بھائیوں نے اگر قسم کھائی اور قافلے والوں کی گواہی پیش کی کہ بنیامین مصر شاہی قیدی بنالئے گئے مگر فرمایا۔

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت ۱۸) "کہ تمہارے نفس نے تمہیں حیلہ سکھادیا۔"

یعنی یوسف کو بھی مجھ سے میری اولاد نے ہی جدا کیا اور بنیامین کو بھی، میری اولاد حضرت یوسف نے حیلہ ہی سے روکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کی خبر ہے۔ پھر بظاہر مصر میں یعقوب علیہ السلام کے دو فرزند رہ گئے تھے ایک بنیامین دوسرا یہودا۔ مگر فرماتے ہیں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا "قریب ہے کہ اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے۔"

تین کون تھے؟ تیسرے حضرت یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر میں بند کر کے بری خواہش کرنا چاہی تو اس بند مکان میں یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کے پاس پہنچے اور دانت تلے انگلی دبا کر اشارہ کیا کہ ہر گز نہیں۔ اے فرزند یہ کام تمہارا نہیں ہے کہ تم نبی کے بیٹے ہو جس کو قرآن فرماتا ہے۔

وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ "وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔"

یہ بھی خیال رہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ کو قمیض اور بھیڑیئے کی خبر سے ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا تھا کہ بھیڑیئے نے عرض کیا تھا کہ ہم پر انبیاء کا گوشت حرام ہے، دیکھو تفسیر خازن، روح البیان سورہ یوسف۔ پھر آپ اپنے فرزند کی تلاش میں جنگل میں کیوں نہ گئے؟ معلوم ہوا کہ باخبر تھے مگر رازدار تھے جانتے تھے کہ فرزند سے مصر میں ملاقات ہوگی۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہت سے موقعے ملے مگر والد کو اپنی خبر نہ دی معلوم ہوا کہ حکم کا انتظار تھا کنعان سے بیٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کی ایک ایک بات دیکھ لیں۔ مگر

حضور علیہ السلام اپنی طیبہ طاہرہ صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ کے حالات سے بے خبر ہوں۔ مگر جو رب انکو اتنا علم دیتا ہے طاقت ضبط بھی دیتا ہے کہ دیکھتے ہیں مگر بے مرضی الٰہی راز فاش نہیں کرتے ہیں اَللّٰهُ اَعلَمُ حَيثُ يَجعَلُ رِسَالَتَه ہماری یہ تقریر اگر خیال میں رہی تو بہت مفید ہوگی۔

ان شاء اللہ

اعتراض (۸) حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض ازواج کے گھر شہد ملاحظہ فرمایا اس پر حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آپ کے دہن پاک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے مغافیر نہیں استعمال فرمایا۔ شہد پیا ہے۔ پھر حضور نے اپنے پر شہد حرام کرلیا۔ جس پر یہ آیت اتری لِمَ يُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَک معلوم ہوا کہ اپنے دہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس بو آرہی ہے یا نہیں۔

جواب اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تَبتَغِي مَرضَاتَ اَزوَاجِک اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بو غیب نہیں محسوس چیز ہے ہر صحیح الدماغ محسوس کرلیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے ان کے حواس کی قوت کو مولانا نے بیان فرمایا۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس از حواس اہل دل فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است !

اعتراض (۹) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا تو خیبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھالیا۔ اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خود کشی کی کوشش ہے۔ جس سے نبی معصوم ہے۔

جواب اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا۔ اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی برضا تھے۔

اعتراض (۱۰) اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین دھوکے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے؟ جنہیں وہاں لے جاکر شہید کردیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کیوں پھنسایا۔

جواب جی ہاں حضور علیہ السلام کو یہ بھی خبر تھی کہ بیر معونہ والے منافقین ہیں اور یہ بھی خبر تھی کہ لوگ ان ستر صحابہ کو شہید کردیں گے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خبر تھی کہ مرضی الٰہی یہ ہی ہے اور ان ستر کی شہادت کا وقت آگیا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بندے کی شان ہے ابراہیم علیہ السلام تو مرضی الٰہی پاکر فرزند پر چھری لے کر تیار ہوگئے کیا یہ بے گناہ پر ظلم تھا؟ نہیں بلکہ رضائے مولیٰ پر رضا تھی۔ اچھا تو رب تعالیٰ کو تو خبر تھی کہ گوشت میں زہر ہے۔ اور بیر معونہ والے ان ستر کو شہید کردیں گے۔ اس نے وحی بھیج کر کیوں نہ روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

تیسری فصل

علم غیب کے خلاف عبارات فقہا کے بیان میں

اعتراض(۱) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

رَجُلٌ تَزَوَّجَ بِغَیرِ شُھُودٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالمَرءَةُ خدا اور سول را گواہ کردیم قَالُوا یَکُونُ کُفرًا لِاَنَّہ اِعتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللہِ عَلَیہِ السَّلَامُ یَعلَمُ الغَیبَ وَ ھُوَ مَاکَانَ یَعلَمُ الغَیبَ حِینَ کَانَ فِی الحَیٰوةِ فَکَیفَ بَعدَ المَوتِ

''کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا تو مرد اور عورت نے کہا ہم خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا کے یہ قول کفر ہے کیونکہ اس اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔''

اعتراض(۲) شرح فقہ اکبر میں ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وَذَکَرَ الحَنفِیَةُ تَصرِیحًا بِالتَّکفِیرِ بِاعتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیہِ السَّلَامُ یَعلَمُ الغَیبَ لِمُعَارَضَةِ قَولِہٖ تَعَالیٰ قُل لَّا یَعلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الغَیبَ اِلَّا اللہُ

''حنفیوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرمادو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا کفر ہے۔

جواب ان دونوں عبارتوں کا اجمالی اور الزامی جواب تو یہ ہے کہ مخالفین بھی حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کو علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ خواہ ایک کا مانے یا زیادہ کا۔ تو وہ بھی خیر منائیں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بعض علم غیب مانا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کو وسیع علم غیب مانا۔ مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس میں کمال ہی کر دیا کہ ساری مخلوقات سے حضور علیہ السلام کو علم زیادہ مانا اب ان تینوں صاحبوں پر کیا حکم لگایا جاوے گا؟ تفصیلی جواب یہ ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں ہے قَالُوا لوگوں نے کہا اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قَالُوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔ شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵ میں ہے۔

لَفظَةُ قَالُوا تُذکَرُ فِیمَا فِیہِ خِلَافٌ ''لفظ قَالُوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔''

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے۔

کَلَامُ قَاضِی خَان یُشِیرُ اِلیٰ عَدمِ اِختِیَارِہٖ لَہ حَیثُ قَالَ قَالُوا لَایُصَلّٰی عَلَیہِ فِی القَعدَةِ الاَخِیرَةِ فَفِی قَولِہٖ قَالُو اِشَارَةٌ اِلیٰ عَدَمِ اِستِحسَانِہٖ لَہ وَ اِلیٰ اَنَّہ غَیرُ مَروِیٍّ عَنِ الاَئِمَّةِ کَمَا قُلنَاہُ فَاِنَّ ذٰلِکَ مُتَعَارَفٌ فِی عِبَارَاتِھِم لِمَن اِستَقرَاھَا

''قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ ادھر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہا کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔''

درمختار کتاب النکاح میں ہے۔

تَزَوَّجَ رَجُلٌ بِشَھَادَةِ اللہِ وَرَسُولِہٖ لَم یَجُز بَل قِیلَ یَکفُرُ

''ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو نہیں جائز ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جاویگا۔''

اس عبارت کے ماتحت شامی نے تاتارخانیہ سے نقل ہے۔

وَفِی الحُجَّةِ ذُکِرَ فِی المُلتَقَطِ لَا یَکفُرُ لِاَنَّ الاَشیَاءَ تُعرَضُ عَلیٰ رُوحِ النَّبِیِّ عَلَیہِ السَّلَامُ وَاَنَّ الرُّسُلَ یَعرِفُونَ بَعضَ الغَیبِ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ فَلَا یُظھِرُ عَلیٰ غَیبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارتَضیٰ مِن رَّسُولٍ قُلتُ بَل ذَکَرُوا فِی کُتُبِ العَقَائِدِ اَنَّ مِن جُملَةِ کَرَامَاتِ الاَولِیَاءِ الاِطِّلَاعَ عَلیٰ بَعضِ المُغَیَّبَاتِ

''ملتقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں رب نے فرمایا ہے کہ

پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہونا بھی ہے۔''

شامی باب المرتدین میں مسئلہ بزازیہ ذکر فرما کر فرمایا۔

حَاصِلُه اَنَّ دَعوَی الغَیبِ مُعَارِضَۃٌ لِنَصِّ القُراٰنِ یَکفُرُ بِهَا اِلَّا اِذَا اسنَدَ ذٰلِکَ صَرِیحًا اَو دَلاَلَۃً اِلٰی سَبَبٍ کَوَحیٍ اَو اِلهَامٍ

''اس کا خلاصہ یہ ہے دعوٰی علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا مگر جبکہ اس کو صراحۃً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کردے جیسے کہ وحی یا الہام۔''

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے۔

وَفِی المُضمَرَاتِ وَالصَّحِیحُ اَنَّه لاَ یَکفُرُ لِاَنَّ الاَنبِیَآءَ یَعلَمُونَ الغَیبَ وَیُعرَضُ عَلَیهِمِ الاَشیَاءُ فَلاَ یَکُونُ کُفرًا

''مضمرات میں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیائے کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔''

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتوے کفر لگانا غلط ہے۔ بلکہ فقہا کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا۔

ملا قاری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے جو مطلب واضح کرتی ہے۔

ثُمَّ اعلَم اَنَّ الاَنبِیَآءَ لَم یَعلَمُو االمُغَیبَاتِ مِنَ الاَشیَآءِ اِلاَّمَا اَعلَمَهُمُ اللهُ وَذَکَرَ الحَنفِیَۃُ تُصرِیحًا بِالتَّکفِیرِ الخ

''پھر جانو کہ انبیائے کرام غیب چیز وںکو نہیں جانتے سوائے اس کے جو انکو اللہ بتادیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کو علم غیب جانے۔ الخ''

اب پورا مطلب معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملا قاری کفر فرمارہے ہیں نہ کہ عطائی۔ کیونکہ عطائی کو تو مان رہے ہیں اور پھر ان کی عبارتیں ہم ثبوت علم غیب میں پیش کرچکے ہیں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کو تمام ماکان و مایکون کا علم مانتے ہیں۔

چوتھی فصل

علم غیب پر عقلی اعتراضات کے بیان میں

اعتراض(۱) علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الصفت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا شرک ہے۔

جواب غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ **عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** اسی طرح سننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفات ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم ماننا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی ماننا ہر طرح شرک ہوا۔ فرق یہ ہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کا علم ذاتی قدیم اور کل معلومات غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر بھی لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کُھلا وعھا ہر طرح شریک کرنا شرک ہے۔ نیز مولوی حسین علی صاحب واں بھچر والے جو مولوی رشید احمد صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ اپنی کتاب بلغتہ الحیر ان زیر آیت **يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ** میں لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت مخلوقات کے اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ بندے جب اعمال کر لیتے ہیں۔ تب علم ہوتا ہے۔ اب تو علم غیب خدا کی صفت رہی ہی نہیں۔ پھر کسی کو علم غیب ماننا شرک کیوں ہوگا۔

اعتراض(۲) حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا۔ تم کبھی تو کہتے ہو کہ شب معراج منہ میں قطرہ ٹپکایا گیا اس علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں رب کو دیکھا کہ اس اپنا دست قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا۔ جس تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے۔ اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کونسی بات درست ہے۔ اگر نزول قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا۔ تحصیل حاصل محال ہے۔

جواب حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ اور نبی کہتے ہیں اس کو ہیں جو غیب کی خبر رکھے مگر ما کان و ما یکون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا اسی لئے قرآن میں ہے۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا بیان، اور معراج میں ہوا **فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ** دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھا دیں۔ بعد میں ان کے نام بتائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگر چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ کے کیا معنے ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ہوا۔ اور قرآن سے بھی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر نزول قرآن سے کیا فائدہ سب باتیں تو پہلے ہی سے حضور کو معلوم تھیں۔ بتائی جاتی ہے نامعلوم چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس ہزار ہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اس کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی اگر نزول قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے ہے تو بعض سورتیں دو بار کیوں نازل ہوئیں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

فَاتِحَةُ الْكِتَابِ مَكِّيَّةٌ وَقِيْلَ مَدَنِيَّةٌ وَالْاَصَحُّ اَنَّهَا مَكِّيَّةٌ وَمَدَنِيَّةٌ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ ثُمَّ نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ

''سورۃ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔''

مشکوٰۃ حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج میں پانچ نمازیں اور سورۃ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورہ بقر مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حَاصِلُهٗ اَنَّهٗ وَقَعَ تَكْرَارُ الْوَحْيِ فِيْهِ تَعْظِيْمًا لَهٗ وَ اهْتِمَامًا لِّشَانِهٖ وَحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِلَا وَاسِطَةِ جِبْرِيْلَ

''خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اہتمام شان کیلئے۔ پس اللہ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔''

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نَزَلَت عَلَيهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَيلَةَ المِعراجِ بِلاَ وَاسِطَةٍ ثُمَّ نَزَلَ بِهَا جِبرِيلُ فَاُثبِتَ فِى المَصَاحِفِ

''شب معراج میں یہ آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھر ان جبریل نے اتارا تو قرآن میں رکھیں گئیں۔''

بتاؤ کہ نزول کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کو تو پہلے نزول سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ نیز ہر سال ماہ رمضان میں جبریل امین حضور علیہ السلام کو سارا قرآن سناتے تھے۔ مقدمہ نورالانوار تعریف کتاب میں ہے۔

لِاَنَّه كَانَ يَنزِلُ عَلَيهِ السَّلاَمُ دَفعَتَه وَّاحِدَةً فِى كُلِّ شَهرِ رَمضَانَ جُملَتَه

بتاؤ یہ نزول کیوں تھا؟ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآ اَهلَ الكِتَابِ قَد جَآءَكُم رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُم كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُم تُخفُونَ مِنَ الكِتَابِ وَيَعفُوا عَن كَثِيرٍ

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت ۱۵)

''یعنی اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔''

اگر حضور علیہ السلام کے علم میں ساری کتب آسمانی نہیں تو ان کا ظاہر فرمانا یا نہ فرمانا کیا معنے حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غار حرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اِقرَءْ آپ پڑھیئے یہ نہ عرض کیا کہ فلاں آیت پڑھیئے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِءٍ میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں۔ بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ لہذا ماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں۔ آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسٰی نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اٰتٰنِیَ الکِتٰبَ رب نے مجھے کتاب دی۔ معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں بعض پیغمبروں کے لئے فرمایا اٰتَینٰهُ الحُكمَ صَبِيًّا ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم و حکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی۔ حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ نورالانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے یعنی اِنَّ العَمَلَ بِالقُراٰنِ كَانَ جِبِلَّتَه لَه مِن غَيرِ تَكَلُّفٍ معلوم ہوا کہ قرآن پر عمل کرنا حضور ﷺ کی پیدائشی عادت ہے ہمیشہ حلیمہ دائی کا ایک پستان پاک چوسا۔ دوسرا بھائی کے لئے چھوڑا۔ یہ عدل و انصاف بھی قرآنی حکم ہے۔ اگر ابتداء سے قرآن کے عارف نہیں تو یہ عمل کیسے فرما رہے ہیں۔ دیوبندیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیتوں کے عموم سے لازم آتا ہے کہ حضور کا علم رب کے برابر ہو۔ مگر ان آیتوں میں قیامت تک کی قید لگاتے ہو مَالَم تَكُن تَعلَم میں نہ تو قیامت کی قید ہے نہ ماکان و مایکون کا ذکر۔ اور ایک دفعہ خاص ہونے سے آئندہ خصوص کا دروازہ کھل جاتا ہے دیکھو کتب اصول۔ لہذا ہم ان آیتوں میں احکام شرعیہ کی قید لگاتے ہیں یعنی اس سے صرف شرعی احکام مراد ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں آیت میں تخصیص نہیں بلکہ عقلی استثنا ہے کیونکہ رب کا علم غیر متناہی ہے مخلوق کا دماغ غیر متناہی علوم نہیں لے سکتا۔ برہان تسلسل وغیرہ سے لہذا متناہی ہوگا۔ احادیث سے پتہ لگا کہ قیامت تک کی حضور نے خبر دی اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا استثنا کا اور حکم ہے اور تخصیص کا حکم دوسرا دیکھو اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ سے بچے دیوانے حائضہ خارج ہیں یہ تخصیص نہیں بلکہ استثنا ہے۔

فقیر نے یہ مختصر سی تقریر علم غیب کے متعلق کر دی۔ اس کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو رسالہ مبارکہ الکلمۃ العلیاء کا مطالعہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا یہ اس بحر کی ایک لہر ہے چونکہ مجھے اور مسائل پر بھی گفتگو کرنا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيرِ خَلقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ اَجمَعِينَ بِرَحمَتِكَ وَهُوَ اَرحَمُ الرَّاحِمِينَ

حاضر و ناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حَضَرَةُ مَجلِسِ القَاضِی وحَضَرَ الغَائِبُ حُضُورٌاقدِمَ مِن غَیبَتِهٖ منتی الارب میں ہے حاضر حاضر شوندہ۔ ناظر کے چند معنے ہیں۔ دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی۔ المصباح المنیر میں ہے۔ وَالنَّاظِرُ السَّوادُ الاَ صغَرُ مِنَ العَینِ الَّذِی یَبصُرُبِه الانسَانُ شَخصَه' قاموس اللغات میں ہے۔ وَالنَّاظِرُ السَّوَادُ فِی العَینِ اَوِالبَصَرُ بِنفسِہٖ وعِرقٌ فِی الاَنفِ وَفِیهِ مَاءُ البَصَرِ مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ اَلنَّاظِرُ فِی المَقلَتِه السَّوَادُ لاَ صغَرُ الَّذِی فِیهِ المَاءُ العَینِ جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر، یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں۔ کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو تو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لئے قرآن و حدیث و اقوال علماء سے ہے۔

پہلا باب

حاضر و ناظر کے ثبوت میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

پہلی فصل آیات قرآنیہ سے ثبوت

۱) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلنٰکَ شَاهِدًا مُّبَشِّرًا وَّ نَذِیرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیرًا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت ۴۶)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔''

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر اور ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاضر تھا۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر، حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

۲) وَکَذٰلِکَ جَعَلنٰکُم اُمَّةً وَّ سَطًا لِّتَکُونُوا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَهِیدًا

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت ۱۴۳)

''اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔''

۳) فَکَیفَ اِذَا جِئنَا مِن کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیدٍ وَّجِئنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیدًا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۴۱)

''تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔''

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیائے کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچا دیئے تھے اور اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش کریں گے۔ ان کو گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ میری امت والے قابل گواہی ہیں۔ بس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔ اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

۴) لَقَد جَآءَکُم رَسُولٌ مِّن اَنفُسِکُم عَزِیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُّم (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت ۱۲۸)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔''

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ **جَآءَکُم** میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور علیہ السلام بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ دوم یہ فرمایا گیا **مِن اَنفُسِکُم** تمہاری نفسوں میں سے ہے یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں وہ لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے!

اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو **مِنکُم** کافی تھا **مِن اَنفُسِکُم** کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ فرمایا گیا **عَزِیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُّم** ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں **اَنفُسِکُم** کا بیان ہے کہ جس

طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ ہو تو آقا کو گرانی اس کرم کے قربان۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۵) وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُ وکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۶۴)

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہو سکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی۔ اور مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہذا تکلیف مَا فَوْقَ الطَّاقَت ہوگی لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تو تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیک تر از من بمن است　　　　دین عجب بیں کہ من ازوئے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

۶) وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ پھر فرماتا ہے۔ وَرَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ

''اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔''

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور رحمت جہانوں کو محیط۔ لہذا حضور علیہ السلام جہانوں کو محیط، خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العلمین۔ حبیب کی شان ہے رحمۃ للعلمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے لئے رحمت۔

۷) مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (پارہ ۹ سورہ ۸ آیت ۳۳)

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔''

یعنی عذاب الٰہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ''جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔''

یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ انکے پاس ہیں۔

۸) وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب نے تمام عالم بچشم سر ملاحظہ کرادیا۔ حضور علیہ السلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گذر گئی۔

۹) اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۵ آیت ۱)

''اے محبوب کیا تم نے دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔''

۱۰) اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ (پارہ ۳۰ سورہ ۸۹ آیت ۶)

''کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کیساتھ کیا کیا۔''

قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِمَّنْ قَبْلِھِمْ مِنْ قَرْنٍ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۶)

''کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں۔''

کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات سے گزرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ یہاں نور نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

۱۱) قرآن کریم جگہ جگہ اِذْ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وغیرہ وغیرہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اُذْکُرْ یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہو ادھر توجہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام گذشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔ روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم کے سارے واقعات حضور علیہ السلام مشاہدہ فرمارہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے، اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اس وقت کو یاد کرو۔ جبکہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اُذْکُرُوْا محذوف نکالتے ہیں۔ جواب دیا جاویگا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔ کتب تواریخ پڑھی تھیں۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ کسی سے پڑھا نہ کتب تاریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مورخ کی صحبت میں رہے نہ تعلیم یافتہ قوم میں پرورش پائی اب آپ کو بجز نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

۱۲) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ "نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔"

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اَوْلٰی کے معنی قریب تر ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

تنبیہہ اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔ لہٰذا تم صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو اس کا جواب چند طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ آپ خود حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ بلکہ مسائل فقہیہ اجتہادیہ میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔ تیسرے یہ کہ صریح آیات و احادیث سے مقلد بھی استدلال کر سکتا ہے۔ ہاں ان سے مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا۔ طحاوی میں ہے۔

وَمَا فُہِمَ الْاَحْکَامُ مِنْ نَّحْوِ الظَّاہِرِ وَالنَّصِّ وَالْمُفَسَّرِ فَلَیْسَ مُخْتَصًّا بِہٖ (اَیْ بِالْمُجْتَہِد) بَلْ یَقْدِرُ عَلَیْہِ الْعُلَمَآءُ الْاَعَمُّ

"جو احکام ظاہر نص و مفسر سے سمجھے جاویں۔ وہ مجتہد سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔"

مسلم الثبوت میں ہے۔ وَاَیْضًا شَاعَ وَذَاعَ اِحْتِجَاجُہُمْ سَلَفًا وَّ خَلَفًا بِالْعُمُوْمَاتِ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ

نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف و سلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہ جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھو۔ اجتہادی مسائل ہم نہیں جانتے ان میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں اور صریح آیات کا ترجمہ جانتے ہیں اس میں تقلید نہیں۔ چوتھے یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال بھی آئندہ فصلوں میں آرہے ہیں دیکھو اور غور کرو حاضر و ناظر کا عقیدہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

دوسری فصل حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔خصوصاً حدیث نمبر ۶، ۷، ۱۸، ۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام، ان کے باپ داروں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کئے جائیں گے خصوصاً مرقاۃ، زرقانی، وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

۱) فَیَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ

"نکیرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم انکے (محمد رسول اللہ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔"

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے یعنی ہذا الرجل کہ می گویند آنحضرت را می خواہند۔ ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اشعۃ اللمعات میں یہی حدیث ہے یا با حضار ذات شریف دے در عیانے بہ ایں طریق کہ در قبر مثالے دے علیہ السلام حاضر ساختہ باشدو دریں جا بشارتے است عظیم مرمشتان غمزدہ راہ کہ گر بر امید ایں شادی جاں دہند و زندہ در گور روند جائے دارد یا قبر میں ظاہر ظہور آپکی ذات شریف کو حاضر کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقعہ ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی حدیث ہے۔ فَقِيْلَ يُكْشَفُ لِلْمَيِّتِ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ بُشْرٰى عَظِيْمَةٌ

"کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔"

قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔

فَقِيْلَ يُكْشَفُ لِلْمَيِّتِ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ بُشْرٰى عَظِيْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ صَحَّ

"کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک وہ نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے بڑی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے **لاادری** کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔

اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے تو اس شمس الضحٰی بدر الدجیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ کیا کہتا تھا ہذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا کہ دکھا کر قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کہ پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے　　　　کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

مولانا آسی فرماتے ہیں۔

آج پھولے نہ سمائیں کفن میں آسی　　　　جس کے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے۔ مرقد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا اسی لئے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روز عرس کہتے ہیں، عرس کے معنی ہیں شادی کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولہا کے دیدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر نہیں ہیں تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہو اور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھایا۔

۲) مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل میں ہے۔

اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ

وَمَاذَاانُزِلَ مِنَ الفِتَنِ

''ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو چشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۳) مشکوٰۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نَعَى النَّبِيُّ عَلَيهِ السَّلامُ زَيداً جعفرَ و ابن رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبلَ اَن يَّاتِيَهُم خبرُهُم فَقَالَ اَخذَ الرَّايَةَ زَيدٌ فَاُصِيبَ اِلىٰ حَتىٰ اَخذَالرَّايَةَ سَيف مِن سُيُوفِ اللهِ يَعنِى خَالِدَ ابنَ الوَلِيدِ حَتىٰ فَتحَ اللهُ عَلَيهِم

''حضور علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ کی ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ یہانتک کہ جھنڈا اللہ کی تلوار خالد ابن ولید نے لیا تا آنکہ کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ موتہ جو کہ مدینہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

۴) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد باب وفاۃ النبی علیہ السلام میں ہے۔

وَاِن مَوعِدَكُم الحَوضُ وَاِنِّى لاَ نظُرَ اِلَيهِ وَاَنَا فِى مَقَامِى

''تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔''

۵) مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف میں ہے۔

اَقِيمُوا صُفُوفَكُم فَاِنِى اَرٰكُم مِن وَّرَائِىٓ ''اپنی صفیں سیدھی رکھی کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔''

۶) ترمذی جلد دوم باب العلم بَابُ مَاجَآءَ فِى ذِهَابِ العِلمِ میں ہے۔

كُنَّامَعَ النَّبِيِّ عَلَيهِ السَّلامُ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ اِلىٰ السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَااَوَانٌ يُختَلَسُ العِلمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لاَيَقدِرُ وامِنهُ عَلىٰ شَيئٍ

''ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کیطرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جبکہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔''

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔

فَكَاَنَّه عَلَيهِ السَّلامُ لَمَّانَظَرَ اِلىٰ السَّمَآءِ كُوشِفَ بِاقتِرَابِ اَجَلِهِ فَاَخبَرَ بِذٰلِکَ

''جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپکی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اسکی خبر دے دی۔''

۷) مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا۔

فَاِنِّى اَرٰى الفِتَنَ تَقَعُ خِلَلَ بُيُوتِكُم كَوَقعِ المَطَرِ

''میں تمہارے گھروں میں بارش کیطرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ یزیدی و حجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور و قریب کے حالات اور حوض کوثر جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔

۸) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فَبَينَمَا عُمَرُ يَخطُبُ فَجَعَلَ يُصِيحُ يَا سَارِيَةُ الجَبَلَ

''عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔''

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ خدا نے انکو شکست دے دی۔

۹) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ عنہما سے

روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم کس حال میں دن پایا۔ میں عرض کیا کہ سچا مومن ہوکر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا۔

وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ یَتَضَاغَوْنَ فِیْھَا

''میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔''

اسی قصہ کو مثنوی شریف میں نقل کیا ہے۔

هشت جنت هفت دوزخ پیش من — هست پیدا هم چوں بت ایں پیش ہن
یک بیک وامی شناسم خلق را — ہمچو گندم من زجو در آسیا
کہ بہشتی کہ و بیگانہ کی است — پیش من پیدا چو مور و ماہی است
من بگویم یا فرو بندم نفس — لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ میرے سامنے یہ سب مچھلی اور چیونٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔

جب اس آفتاب کے ذروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کونین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں۔ مگر چھوڑ دیا تا کہ لوگوں کا علم بالغیب قائم رہے۔ اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تا قیامت اس سے کھاتے رہتے اس سے پتہ لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی۔ اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ڈوبتی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کر سکتا ہے۔

تیسری فصل حاضر و ناظر کا ثبوت فقہا اور علماء امت کے اقوال سے

۱) درمختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے۔

یَا حَاضِرُ یَانَاظِرُ لَیْسَ بِکُفْرٍ ''اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔''

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔

فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ مَایَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَالنَّاظِرُ بِمَعْنَی الرُّؤْیَۃِ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی فَالْمَعْنٰی یَاعَالِمُ مَنْ رَّیٰ

'' (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اسکے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔''

۲) درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوۃ میں ہے۔

وَیَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَھُّدِ الْاِنْشَآءَ کَاَنَّہٗ یُحَیِّ عَلَی اللّٰہِ وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّہٖ نَفْسِہٖ

''التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔''

شامی میں اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اَیْ لَا یَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِکَایَۃَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَمِنْ رَّبِّہٖ وَمِنَ الْمَلٰئِکَۃِ

''یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔''

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے التحیات کے متعلق اور بھی عبارات آتی ہیں مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ '' وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و

خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔" "حضور علیہ السلام امت کے حالات واعمال پر مطلع ہیں اور حاضرین بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ ہزدم مسمّی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔ باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ درعلماء امت ہست یک کس را دریں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر است و مرطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی (اوخال السان) اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیوب صفحہ ۳۳۳ فرماتے ہیں۔ "امام الانبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف ان دریں جاسخن نیست۔" "انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی و عمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقات باب مَایُقَالُ عِنْدَ حَضْرَہِ الْمَوْتُ کے آخر میں ہے۔

وَلَاتَبَاعِد عَنِ الْاَوْلِیَاءِ حَیثُ طُوِیَت لَھُم الْاَرضُ وحَصَلَ لَھُم اَبدَانٌ مُکتَسِبَۃٌ مُتَعَدِّدَۃٌ وَجَدُوھَا فِی اَمَاکِنِ مُختَلِفَۃِ فِی اٰنٍ وَّاحِدٍ

"یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہوسکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہوسکتے ہیں۔"

شفا میں ہے۔ اِن لَّم یَکُن فِی البَیتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَیکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہ

"جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اس کے ماتحت ملاعلی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ رُوحَ النَّبِیِّ عَلَیہِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِی بُیُوتِ اَھلِ الاسلام

"کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔"

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔" ذکر کن او را و درود بفرست بروے علیہ السلام و باش درحال ذکر گویا حاضر است پیش تو درحالت حیات و می بینی تو او را متادب باجلال و تعظیم و ہیبت و حیاو بدانکہ دے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ دے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آں است کہ اَنَا جَلِیسُ مَن ذَکَرَنِی، "حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

امام ابن الحارج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸۷ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں۔

وَقَد قَالَ عُلَمَاءُ نَالَا فَرقَ بَینَ مَوتِہٖ وَحَیٰوتِہٖ عَلَیہِ السَّلَامُ فِی مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعرِفَتِہٖ بِاَحوَالِھِم وَنِیَّاتِھِم وَعَزَائِمِھِم وَخَوَاطِرِھِم وَذَالِکَ جَلِیٌّ عِندَہٗ لَاخَفَاءَ بِہٖ

ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات دنیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے۔ اس میں پوشیدگی نہیں۔"

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملاعلی قاری فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الغَزَالِی سَلِّم عَلَیہِ اِذَادَخَلتَ فِی المَسجِدِ فَاِنَّہٗ عَلَیہِ السَّلَامُ یَحضُرُ فِی المَسجِدِ

"امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں جاؤ تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔"

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

اَلاَنبِیَاءُ عَلَیھِم مِن جِھَۃِ الاَجسَامِ وَالظَّوَاھِرِ مَعَ البَشَرِ وَبَوَاطِنُھُم وَقُوَاھُمُ الرُّوحَانِیَۃُ مَلَکِیَۃٌ وَلِذَاتَرٰی مَشَارِقَ الاَرضِ وَمَغَارِبَھَا تَسمَعُ اَطِیطَ السَّمَآءِ وَتَشُمُّ رَاءِحَۃَ جِبرِیلَ اِذَا اَرَادَ النُّزُولَ اِلَیھِم

"انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔"

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

وَقِيلَ لِرَسُولِ اللهِ اَرَءيتَ صَلوٰةَ المُصَلِّينَ عَلَيكَ مِمَّن غَابَ وَمَن يَاتِى بَعدَكَ مَا حَالُهُمَا عِندَكَ فَقَالَ اَسمَعُ صَلوٰةَ اَهلِ مُحِبِّى وَ اَعرِفُهُم وَتُعرَضُ عَلَىَّ غَيرِهِم عَرضًا۔

''حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درود کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور انکو پہچانتے ہیں اور غیر محبتین کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔

عَن عَلقَمَةَ قَالَ اِذَادَخَلتُ المَسجِدَ اَقُولُ السَّلَامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه

''علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔''

اس کی تائید ابوداؤد وابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۴۵۰ جلد دوم قسم چہارم وسلم حیات انبیاء میں ہے۔''اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ بمثال خواہ برآسمان وخواہ برزمین خواہ درقبر یا غیرہ صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔ ''اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔''بس باید کہ بندہ ہمچناں کہ حق سبحانہ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً وباطناً واقف ومطلع بیند رسول اللہ علیہ السلام رانیز ظاہر وباطن حاضر داند۔ تا مطالعہ صورت تعظیم ووقات اور ہموارہ بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بود از مخالفت دے سرادا علاناً شرم دارد وہیچ دقیقہ از دقائق آداب صحبت او فرونہ گزارد۔''پس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر وباطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر وباطن جانے تاکہ آپ کی صورت کا دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم ووقار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے اور آپ کی ظاہر وباطن میں مخالفت سے شرم کرے اور حضور علیہ السلام کی صحبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

فقہاء فقہاء علماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ السلام کا حاضر وناظر ہونا بخوبی واضح ہوا اب ہم آپکو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور ﷺ کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم درمختار اور شامی عبارتیں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی عبارتیں سنیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب التشہد اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔''وبعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں بہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ معنی آگاہ وباشد وازیں شہود غافل نہ بود تا انوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گردد۔''وبعض عارفین نے کہا کہ التحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور ﷺ نمازوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔ احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

وَاَحضِر فِى قَلبِكَ النَّبِىَّ عَلَيهِ السَّلَامُ وَشَخصَهُ الكَرِيمَ وَقُل اَلسَّلَامُ عَلَيكَ اَيُّهَاالنَّبِىُّ وَرَحمَتُهُ اللهِ وَبَرَكَاتُه اور اپنے دل میں نبی علیہ السلام کو اور آپ کی ذات پاک کو حاضر جانو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَيكَ اَيُّهَاالنَّبِىُّ وَرَحمَتُهُ اللهِ وَبَرَكَاتُه اسی طرح مرقاۃ باب التشہد میں ہے۔ مسک الختام میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی وہابی صفحہ ۲۴۳ پر وہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ اللمعات کی التحیات کے بارے میں لکھی نمازی کو چاہیئے کہ حضور کو حاضر وناظر جان کر التحیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست ۔۔۔ می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے ۔۔۔ میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں!

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں۔

وَخُوطِبَ عَلَيهِ السَّلَامُ كَانَّه اِشَارَةٌ اَنَّه تَعَالٰى يَكشِفُ لَه عَنِ المُصَلِّينَ مِن اُمَّتِهِ حَتّٰى يَكُونَ كَالحَاضِرِ يَشهَدُ لَهُم بِالعَقلِ اَعمَالَهُم وَ لِيَكُونَ تَذَكُّرُ حُضُورِهِ سَبَبًا لِمَزِيدِ الخُشُوعِ وَالخُضُوعِ

''حضور علیہ السلام کو نماز خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ مثل حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھتے ہیں اور اس لئے کہ آپ کی حاضرت کا خیال زیادتی خشوع وخضوع کا سبب ہو جاوے۔''

مسئلہ حاضر وناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو۔ اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔

دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے۔

وَطَىُّ الْمَسَافَةِ مِنْهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ زُوِيَتْ لِي الْاَرْضُ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا قَالُوْ فِيْمَنْ كَانَ فِي الْمَشْرِقِ وَتَزَوَّجَ امْرَاَةً بِالْمَغْرِبِ فَاَتَتْ بِوَلَدٍ يَلْحَقُهُ وَفِي انْتَارِ خَانِيَةٍ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةَ تُوَيِّدُ الْجَوَازَ

''اور راستہ طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہا نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا اور تتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائز ہونیکی تائید کرتا ہے۔''

شامی یہ ہی مقام۔ وَالْاِنْصَافُ مَاذَكَرَهُ الْاِمَامُ النَّسَفِيُّ حِيْنَ سُئِلَ عَمَّا يُحْكٰى اَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُوْرُ وَاحِدًا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهٖ فَقَالَ نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ اَهْلِ السُّنَّةِ

''انصاف کی بات وہ ہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہی جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔''

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لئے عالم میں چکر لگاتا ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِيُّ وَالرَّسُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ الْخِيَارُ فِي طَوَافِ الْعَالَمِ مَعَ اَرْوَاحِ الصَّحَابَةِ لَقَدْرَاٰهُ كَثِيْرٌ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ

''امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔''

انتباہ الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

اَلنَّظَرُ فِي اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالدُّعَاءُ بِكَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِي اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْبَرَكَةُ فِيْهَا وَحُضُوْرُ جَنَازَةِ مِنْ صَالِحِيْ اُمَّتِهٖ فَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ مِنْ اَشْغَالِهٖ كَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْحَدِيْثُ وَالْاٰثَارُ

''اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔''

امام غزالی المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔ ''ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری انبیاء و ملائکہ را و ہمکلام می شوند باایشاں۔

''صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں۔

اِنِ اعْتَقَدَ النَّاسُ اَنَّ رُوْحَهٗ وَمِثَالَهٗ فِي وَقْتِ قِرَاءَةِ الْمَوْلِدِ وَخَتْمِ رَمَضَانَ وَقِرَاءَةِ الْقَصَائِدِ يَحْضُرُ جَازَ

''اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپکی مثال مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

مولوی عبدالحئی صاحب رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کی ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز تلاوت، قرآن، محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ہے۔

فَاِنَّه لَمَّا کَانَ اَوَّلَ مَخلُوقٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ کَانَ شَاهِدًا بِوَحدَانِیَّتِهِ الحَقِّ وَشَاهِدًا بِمَا اُخرِجَ مِنَ العَدمِ اِلَی الوُجُودِ مِنَ الاَروَاحِ وَالنُّفُوسِ وَالاَجرَامِ وَالاَرکَانِ وَالاَجسَادِ وَالمَعَادِنِ وَالنَّبَاتِ وَ الحَیوَانِ وَالمَلَکِ وَالجِنِّ وَالشَّیطٰنِ وَالانسَانِ وَ غَیرِ ذٰلِکَ لِئَلَّا یَشُذَّ عَنهُ مَایُمکِنُ لِلمَخلُوقِ وَ اسرَارِ اَفعَالِهٖ وَ عَجَائِبِهٖ

''چونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اوران چیزوں کومشاہدہ کرنے والے ہیں جوعدم سے وجود میں آئے ارواح، نفوس اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اورانسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسراراورعجائب مخفی نہ رہیں جوکسی مخلوق کے لئے ممکن ہے۔''

اسی جگہ کچھ آگے چل کرفرماتے ہیں۔

فَشَاهَدَ خَلقَه وَمَا جَرٰی عَلَیهِ مِنَ الاِکرَامِ وَ الاِخرَاجِ مِنَ الجَنَّةِ بِسَبَبِ المُخَالَفَةِ وَمَاتَابَ اللّٰهُ عَلَیهِ اِلیٰ اٰخِرِ مَاجَرٰی اللّٰهُ عَلَیهِ وَشَاهَدَ خَلقَ اِبلِیسَ وَمَا جَرٰی عَلَیهِ

''حضور علیہ السلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا انکی تعظیم ہونااور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونااور پھرتوبہ قبول ہونا آخرتک کے سارے معاملات جوان پر گزرے سب کودیکھااورابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پرگذرا اس کوبھی دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہرایک کے ایک ایک حالات کا مشاہدہ فرمایا۔

یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کراسی مقام پرفرماتے ہیں۔

قَالَ بَعضُ الکُبَارِ اِنَّ مَعَ کُلِّ سَعِیدٍرَفِیقَه مِن رُوحِ النَّبِیِّ عَلَیهِ السَّلَامُ هِیَ الرَّقِیبُ العَتِیدُ عَلَیهِ وَلَمَّا قُبِضَ الرُّوحُ المُحَمَّدِیُّ عَن اٰدَمَ الَّذِی کَانَ بِهٖ دَائِمًا لَا یَضِلُّ وَلَا یَنسٰی جَرٰی عَلَیهِ مَاجَرٰی مِنَ النِّسیَانِ وَمَا یَتبَعُه

بعض اکابر نے فرمایا کہ ہرسعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہے اور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اوراس کے نتائج ہوئے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تواس سے ایمان نکل جاتا ہے۔

روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جومومن کوئی اچھا کام کرتا ہے توحضور کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جوگناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس سے حضور علیہ السلام کا حاضروناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

وَ اِذَا سَمِعتُ فَعَنکَ قَولًا طَیِّبًا وَ اِذَا نَظَرتُ فَلَا اَرٰی اِلَّاکَ!

جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں

اور جب دیکھتا ہوں تو آپکے سوا کچھ نظر نہیں آتا

چوتھی فصل

حاضر وناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالْمُؤمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِھِم کو بعد لحاظ صلہ مِنْ اَنْفُسِھِم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ ترجمہ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت جب عشقی کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں۔ ''اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کوشش اور جذب کی موجیں احدیث کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کر لے جاتی ہے تو اَنَا الحق اور لَیسَ فِی جُبَّتِی سَوَی اللہ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی کُنتُ سَمعَهُ الَّذِی یَسمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِی یَبصُرُبِه وَیَدَهُ الَّتِی یَبطِشُ بِهَا اور ایک اور روایت کی رو سے لِسَانُه الَّذِی یَتَکَلَّمُ بِه اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنافی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے۔ یعنی عالم کی ہر چیز دیکھتا ہے ہر دور ونزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر وناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فنافی اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جاویں تو سید الانس والجان علیہ الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر فنافی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہوئے۔

امداد السلوک صفحہ ۱۰ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

''ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دوراست اما روحانیت اور دور نیست چوں ایں امر محکم دار و ہر وقت شیخ رابیان دوار رو ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔ شیخ را القلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ رالسان قلب ناطق می شود و بسوئے حق تعالیٰ راہے کشائد وحق تعالیٰ اورا محدث می کند۔''

''مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگر چہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کریگی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اسکو صاحب الہام کر دیتا ہے۔''

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں (۱) پیر کا مریدوں کے پاس حاضر وناظر ہونا (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے (۵) پیر مرید کو القا کرتا ہے (۶) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔ جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو جو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی پھیر دیا لِلّٰہِ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ ابویزید سے پوچھا گیا طَیِّ زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آناً فاناً مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار وشیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر وناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ لہذا نمازی کی ذات میں موجود حاضر ہیں۔ ان عبارات سے حضور علیہ السلام کا حاضر وناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

پانچویں فصل
حاضر وناظر ہونا کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جان کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیائے کرام یا آئندہ اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ السلام کو عطا فرمادیئے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ آپ ان سب کی راہ چلو۔

اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔

فَجَمَعَ اللّٰہُ کُلَّ خَصْلَۃٍ فِیْ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ "اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔"

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نیز مولوی محمد قاسم صاحب تحذیر الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر امتوں کو پہنچاتے ہیں۔ غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن واحادیث واقوال علماء سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام علیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر وناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ ہم اس بحث حاضر وناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر وناظر ہونے کے تین معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

۱) روح البیان اور خازن وتفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷ سورہ انعام۔

حَتّٰی اِذَاجَاءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا جُعِلَتِ الْاَرْضُ لِمَلَکِ الْمَوْتِ مِثْلَ الطَّشْتِ یَتَنَاوَلُ مِنْ حَیْثُ شَاءَ

"یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔"

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے۔

لَیْسَ عَلٰی مَلَکِ الْمَوْتِ صُعُوْبَۃٌ قَبْضِ الْاَرْوَاحِ وَاِنْ کَثُرَتْ وَکَانَتْ فِیْ اَمْکِنَۃٍ مُتَعَدِّدَۃٍ

"ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگر چہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔"

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

مَامِنْ اَھْلِ بَیْتِ شَعْرٍ وَّلَا مَدَرٍ اِلَّا مَلَکُ الْمَوْتِ یُطِیْفُ بِھِمْ یَوْمًا مَرَّتَیْنِ

"کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دوبار جاتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فصل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے۔ وَيُمْسِكُ اُخْرٰى اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آناً فاناً جسم میں آکر داخل ہو گئی اور آدمی بیدار ہو گیا۔

روح البیان زیر آیت وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ ہے۔

فَاِذَا انْتَبَہَ مِنَ النَّوْمِ عَادَتِ الرُّوْحُ اِلٰی جَسَدِہٖ بِاَسْرَعَ مِنْ لَحْظَۃٍ

"یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لحظہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔"

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ اسپیکر کی قوت کا

یہ عالم ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنویں کی تہ کو نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے ۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت اَن یَّجعَلُوہُ فِی غَیٰبَتِ الجُبِّ حضرت خلیل نے حلق اسمٰعیل پر چھری چلائی ۔ ابھی چھری روانہ نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع دنبہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے ۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لا کر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ اَنَا اٰتِیکَ بِہٖ قَبلَ اَن یَّرتَدَّ اِلَیکَ طَرفُکَ معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے ۔ خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن لوٹ گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے ۔ رہی بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا نہیں کہ وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے ۔ ان شاء اللہ معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی ۔ حضور براق پر تشریف لے گئے ۔ اور براق کی رفتار کا یہ عالم کی حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا ۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے حضور فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا ۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش و اقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں ۔ اب اگر کسی میت کے خویش و اقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی ۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آناً فاناً سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں ۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں ۔ خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ماننا ۔ یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ السلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے ۔

۲) دنیا میں پانی اور دانہ ہر جگہ موجود نہیں ۔ بلکہ خاص خاص جگہ ہے ۔ پانی تو کنویں اور تالاب و دریا وغیرہ میں ہے دانہ کھیت یا گھروں وغیرہ میں ۔ مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے ۔ اس لئے کہ ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے ۔

۳) حضور علیہ السلام تمام عالم کی اصل ہیں ۔ وَکُلُّ الخَلقِ مِن نُّورِی اور اصل کا اپنی فرع میں مادہ کا سارے مشتقات میں ایک کا سارے عددوں میں رہنا ضروری ہے ۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر اک میں ہیں وہ ہیں ایک علم حساب کے
بنے دو جہاں کی وہ ہی بناء وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

دوسرا باب

مسئلہ حاضروناظر پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض ۱ ہر جگہ حاضروناظر ہونا خدا کی صفت ہے عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيط لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب ہر جگہ حاضروناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لَايَجْرِى عَلَيْهِ زَمَانٌ وَّلَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مَكَانٌ. خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج تارے حور وغلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيط وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں عِلْمًا وَّقُدْرَةً یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لا مکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے !
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بفرض محال تو بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیٰوۃ سمع بصر وغیرہ فتاوے رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔''فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔'' یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضروناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے، وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہو گا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب، نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل
خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض ۲ قرآن کریم نے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت ۴۴)

''آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔''

حضرت مریم کے حاصل کرنے کے لئے۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْاَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ ''آپ انکے پاس نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْقَضَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت ۴۴)

''آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ کی طرف حکم بھیجا۔''

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْنَادَيْنَا (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت ۴۶)

''آپ طور کی طرف نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ کو آواز دی۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ حاضروناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضروناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضروناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضروناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔

تفسیر صاوی میں وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ الآیۃ کی تفسیر میں ہے۔

وهذا بالنظر الى العالم الجسمانی لا قامة الحجة على الخصم واما بالنظر الى العالم الروحانی فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع من لدن ادم الى ان ظهر بجسمه الشريف (تفسير صاوى سوره قصص)

"یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔"

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق صدق کو لئے ہوئے جلوہ گر ہیں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۴۰) "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہوکر کفار سے خطاب فرمایا۔

اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ "اللہ ہمارا مولیٰ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت وحکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم وکرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر وقہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جائیگا کہ بطریق ظاہر باایں جسد عنصری آپ اس وقت انکے پاس نہ تھے۔

اعتراض ۳ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت ۱۰۱)

"اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہوگئی ہے۔ نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔

جواب اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض ۴ بخاری کتاب التفسیر میں ہے زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے۔

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن ابی نے بارگاہ الٰہی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا فَصَدَّقَهُمْ وَكَذَّبَنِي حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کردی جب آیت کریمہ نے نازل ہوکر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

جواب عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرمادینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعا مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعیٰ قسم کھاکر مقدمہ جیت لیگا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کردیا گیا۔ پھر جب قرآن نے زید کی گواہی دی تب اس گواہی سے انکی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گذشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعوٰی۔ رب العٰلمین امت مصطفیٰ علیہ السلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی میں لیکر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائیگا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب انکے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے كَذَّبَنِي کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی۔ یہ معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا۔ کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاجر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا کہ یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نور آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمدیہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہونگے۔

اعتراض ۵ ترمذی میں ابن مسعود سے روایت ہے۔

لَا يُبَلِّغُنِي اَحَدٌ مِن اَصحَابِي شَيئًا فَانِّي اُحِبُّ اَن اُخرُجَ اِلَيكُم وَاَنَا سَلِيمُ الصَّدرِ

''کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔''

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھے۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب انبیائے کرام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بناؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے **ذَرُونِي مَا تَرَكتُكُم** جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔

اعتراض ۶ بیہقی میں ہے۔

مَن صَلَّى عَلَيَّ عِندَ قَبرِي سَمِعتُهُ وَمَن صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا اُبلِغتُهُ

''جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور دور سے بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں۔ اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں۔ اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے تو درود قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے منی و پیش در یمنی   گر با منی دور یمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں۔ ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آ گیا۔ **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ** فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس کو ہو جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث نمبر ۱۰۸ میں ہے۔

لَيسَ مِن عَبدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِي صَوتُهُ حَيثُ كَانَ قُلنَا بَعدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعدَ وَفَاتِي

''یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اسکی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہیگا۔''

جلا افہام مطبوعہ ادارہ الطباعتہ المنیر یہ صفحہ ۷۳ انیس الجلیس مصنفہ مولانا جلال الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَصحَابِي اِخوَانِي صَلُّوا عَلَيَّ فِي كُلِّ يَومِ الاِثنَينِ وَ الجُمُعَةِ بَعدَ وَفَاتِي فَاِنِّي اَسمَعُ صَلٰوتَكُم بِلَا وَاسِطَةٍ

''یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔''

اعتراض ۸ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

مَن قَالَ اِنَّ اَروَاحَ المَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعلَمُ يَكفُرُ ''جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین والوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا علم بھی مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانیںگے ہی۔ بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے

ہیں کہ یہ حاضریا ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر **اَلسَّلَامُ عَلَیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ** کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الہیہ ہے یعنی ذاتی، قدیم، واجب، بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں، پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاوٰی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی قدرت تمام مقدورات الہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب **وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَھِیدًا** کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

اعتراض ۸ اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہیئے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہذا یا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب اس کے دو ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہذا یا تو فرشتے۔ قرآن مجید۔ خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیئے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض ۹ بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانیکی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ "رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں" رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہد ہد نے کہا کہ **اَحَطتُّ بِمَا لَم تُحِطْ بِهٖ خَبَرًا** اے سلیمان میں وہ بات معلوم کرکے آیا ہوں جس کی خبر آپکو نہیں نیز ہد ہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفاء شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸ سو سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس برس کی۔ لہذا عبادت میں حضور سے میں بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الٰہی، درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شان نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابی کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمعون بنی اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری **لَیلَةُ القَدرِ خَیرٌ مِّن اَلفِ شَھرٍ** شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانوں تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اس طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان میں محض بیہودہ بکواس ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔ **وَقَالَ الَّذِی عِندَهٗ عِلمٌ مِّنَ الکِتٰبِ اَنَا اٰتِیکَ بِهٖ قَبلَ اَن یَّرتَدَّ اِلَیکَ طَرفُکَ**

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت ۴۰)

"اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپکے پلک جھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کر دونگا"

حضور علیہ السلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث

اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ **نبی کی تعریف اور ان کے درجات کے بیان میں**

عقیدہ نبی وہ انسان ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہذا نبی نہ تو غیر انسان ہوا اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وَمَا اَرسَلنَا مِن قَبلِکَ اِلاَّ رِجَالاً نُّوحِی اِلَیهِم (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت ۷)

''اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ جن، فرشتہ، عورت وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے۔ عقیدہ نبی ہمیشہ اعلیٰ خاندان اور عالی نسب میں سے ہوتے ہیں اور نہایت عمدہ اخلاق ان کو عطا ہوتے ہیں۔ ذلیل قوم اور ادنیٰ حرکات سے محفوظ (بہار شریعت) بخاری جلد اول کے شروع میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم کے پاس حضور ﷺ کا فرمان عالی پہنچا کہ اَسلِم تَسلَم اسلام لے آ سلامت رہے گا۔ تو ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کَیفَ نَسَبُہٗ فِیکُم تم میں ان کا خاندان ونسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ھُوَ فِینَا ذُونَسَب وہ ہم میں نہایت اعلیٰ خاندان والے ہیں یعنی قریشی ہاشمی ومطلبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ہرقل نے کہا وَکَذٰلِکَ الرُّسُلُ تُبعَثُ فِی قَومِہَا ہمیشہ انبیائے کرام عالی قوم واعلیٰ خاندان میں بھیجے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عالی خاندان میں تشریف لاتے ہیں۔

تنبیہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر قوم میں نبی آئے یعنی معاذ اللہ بھنگیوں، چماروں، ہندوؤں، بدھ اور جینی وغیرہ میں ان ہی کی قوم سے آئے۔ لہذا لال گرو، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ چونکہ نبی تھے اس لئے ان کو برا نہ کہو۔ قرآن فرماتا ہے۔ لِکُلِّ قَومٍ ھَاد ہر قوم میں ہادی ہیں۔ نیز عورتیں بھی نبی ہوئی ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کی والدہ اور حضرت مریم کو وحی ہوئی اور جس کو وحی ہو وہ نبی ہے۔ وَاَوحَینَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی وغیرہ لہذا یہ عورتیں نبی ہیں۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں اول تو اس لئے کہ وہ آیت پوری نہیں بیان کی اور ترجمہ بھی درست نہیں کیا۔ آیت یہ ہے۔

اِنَّمَا اَنتَ مُنذِرٌ وَّلِکُلِّ قَومٍ ھَاد تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ یعنی ہر قوم کا ہادی ہونا حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ دیگر انبیاء خاص خاص قوموں کے نبی ہوتے تھے اور اے محبوب تم ہر قوم کے نبی ہو۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کے یہ ہی معنیٰ ہیں کہ ہر قوم میں ہادی ہوئے تو یہ کہاں ہے کہ قوم میں اس ہی قوم سے ہادی ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اشرف قوم میں نبی آئے۔ دیگر قوم میں بھی ان کے ماتحت رہیں۔ حضور علیہ السلام قریشی ہیں۔ مگر پٹھان، شیخ، سید غرضیکہ ساری قوموں بلکہ ساری مخلوق کے نبی ہیں نیز لفظ ھَادِی عام ہے کہ نبی ہو یا غیر نبی۔ تو یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم میں اس قوم میں سے بعض بعض کے لئے رہبر ہوئے۔ بلکہ مہادیو، کرشن وغیرہ کی ہستی کا بھی شرعی ثبوت نہیں قرآن و حدیث نے ان کی خبر نہ دی۔ صرف بت پرستوں کے ذریعہ ان کا پتہ لگا وہ بھی اس طرح کہ کسی کے چار ہاتھ کسی کے چھ پاؤں۔ کسی کے منہ پر ہاتھی کی سی سونڈ۔ کسی کے چوتڑ پر لنگور کی سی دم۔ ان کے نام بھی گھڑے ہوئے اور ان کی صورتیں بھی۔ رب نے عرب کے بت پرستوں کو فرمایا۔

اِن ھِیَ اِلاَّ اَسمَآءٌ سَمَّیتُمُوھَا اَنتُم وَاٰبَآؤُکُم (پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت ۲۳)

''یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔''

جب ان کے ہونے کا ہی یقین نہیں تو انہیں نبی مان لینا کون سی عقلمندی ہے۔

دوسرا قول اس لئے غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں القاء یا الہام کیا گیا تھا جسے قرآن نے اَوحَینَا سے تعبیر کیا وحی بمعنی الہام بھی آتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَاَوحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی یہاں وحی بمعنی دل میں ڈالنا ہے حضرت مریم کو وہ وحی تبلیغی نہ تھی اور نہ وہ تبلیغ احکام کے لئے بھیجی گئی۔ نیز فرشتے کا ہر کلام وحی نہیں اور ہر وحی تبلیغی نہیں بعض صحابہ نے ملائکہ کے کلام سنے ہیں اور بوقت موت اور قبر وحشر میں سب ہی ملائکہ سے کلام کریں گے حالانکہ سب نبی نہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔

عقیدہ کوئی شخص اپنی عبادات واعمال سے نبوت نہیں پا سکتا۔ نبوت محض عطاء الٰہی ہے۔ اَللّٰہُ اَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت رکھے اور غیر نبی خواہ غوث ہو یا قطب ابدال یا کچھ اور نہ تو نبی کے برابر ہو سکتا ہے نہ اس سے بڑھ سکے یہ چند امور خیال میں رہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ نبی علیہ کو بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔ ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ کیونکہ وہ ہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں ہیں خود فرماتے ہیں **كُنْتُ نَبِياً وَّادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ** اس وقت حضور نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ شخص حضور علیہ السلام کو **هٰذَا الرَّجُل** یہ مرد اہانت کی نیت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقعہ کی وجہ سے ہے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ **صلی علیہ وسلم** کہہ لے، اسی طرح جو کہتے ہیں کہ۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحیٰ تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے اے آقا میں تیرے قربان۔ اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

۱) قرآن فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پارہ ۱۸ سورۃ ۲۴ آیت ۶۳)

وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت ۲)

"رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔"

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے "مخوانید اور ابنام مبارک او چنانکہ می خوانید بعضے از شما بعض را بلکہ بگوئید یا رسول اللہ یا نبی با توقیر و تو ضیع۔" نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ توقیر وعزت کے ساتھ۔

تفسیر روح البیان زیر آیت **لَا تَجْعَلُوا** ہے۔

وَالْمَعْنٰى لَا تَجْعَلُوْا نِدَاءَهٗ وَتَسْمِيَتَكُمْ لَهٗ كَنِدَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا لِاِسْمِهٖ مِثْلُ يَا مُحَمَّدُ وَيَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ بِلَقَبِهِ الْمُعَظَّمِ مِثْلُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ وَ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ

"معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول۔"

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین ومحدثین سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں، کلام میں، ہر ادا میں۔

۲) دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے۔ تو اگرچہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائیگا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور علیہ السلام تو خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن ماں بیوی بیٹی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام وکام واحکام جداگانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا ان کے پیشوا مولوی اسمٰعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کر دیا دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ۔ معاذ اللہ

۳) رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے۔ اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد کرنا جرم ہے کہ اسکا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

۴) خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو یا محمد یا اخا مومنین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یاایہاالنبی یاایہاالرسول یاایہاالمزمل یاایہاالمدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

۵) قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت ۱۵)

"کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو وغیرہ وغیرہ۔"

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "خدایا تو نے مجھے آگ سے اور انکو مٹی سے پیدا فرمایا۔"

مطلب یہ کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔

دوسرا باب

مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض نمبر ۱ قرآن فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت ۶) "اے محبوب فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔"

اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حضور بھی ہماری طرح بشر ہیں اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ جھوٹی ہو جاوے گی۔

جواب اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قُلْ اے محبوب آپ فرمادو۔ تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور علیہ السلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار تواضع فرمادیں یہ نہیں کہ قُوْلُوْا اِنَّمَا هُوَ بَشَرٌ مِّثْلُنَا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قُلْ میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے۔ ہم فرمائیں گے۔

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ہم تو فرمائیں گے یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ ہم تو آپکی شان بڑھائیں گے آپ انکسارا یہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے، چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آوازیں نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کفار میں سے ہی ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہو سکتا ہے ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا اَیُّكُمْ مِثْلِیْ طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر اور خود آئینہ کے پیچھے کھڑے ہو کر بولتے ہیں تا کہ طوطا اپنا عکس آئینہ میں دیکھ کر سمجھے کہ یہ میرے جنس کی آواز ہے انبیائے کرام رب کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔ گفت من آئینہ مشتول دوست۔ یہ عکس کا لحاظ ہے دوسرے اس طرح کہ مِّثْلُكُمْ پر آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آرہا ہے۔ یُوْحٰۤى اِلَیَّ + یُوْحٰۤى اِلَیَّ کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دیگر حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر ناطق ہے تو ناطق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا کہ اس قید سے زید تو اشرف المخلوقات انسان ہوا۔ اور دوسرے حیوانات اور شئے اسی طرح وحی کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتا دیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے اولا بشر پھر شہید پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتار پھر قطب پھر غوث پھر غوث الاعظم پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجر پھر صدیق پھر نبی پھر رحمۃ للعالمین وغیرہ یہ ۲۷ مراتب کا اجمالی ذکر ہے۔ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان میں ملاحظہ کرو۔ تو عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے اللہ ہماری طرح موجود ہے۔ اللہ ہماری طرح سمیع و بصیر ہے کیونکہ کلمہ موجود و علیم ہر جگہ بولا جاتا ہے۔ جس طرح ہماری موجودیت اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ایسے ہی ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں۔

مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر	بہر حق سوئے غریباں یک نظر

"حضور علیہ السلام کی بشریت ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔"

تیسرے اس طرح کہ قرآن کریم میں ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ رب کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشنی ہے۔

اسی طرح قرآن میں ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۳۸)

"نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔"

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے اُلّو جیسا ہے ہرگز نہیں نیز انّما کا حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت ماروت کا کہنا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان عبادات، معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ حضور علیہ السلام کا کلمہ ہے اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جاویں۔ حضور علیہ السلام کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا ہے ہمارے لئے ارکان اسلام پانچ حضور علیہ السلام کے لئے چار یعنی آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوٰۃ۔ ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ہم کو چار بیویوں کی اجازت حضور علیہ السلام کے لئے کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہیں۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے نکاح کر سکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتی وَلَا تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور کی میراث نہ بٹے ہمارا پیشاب پاخانہ ناپاک۔ حضور ﷺ کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک (دیکھو شامی باب الانجاس) مرقات باب احکام المیاہ فصل اول میں ہے ثُمَّ اخْتَارَ كَثِيْرٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا طَهَارَةَ فُضَلَاتِهٖ اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں ہے۔ وَلِذَا احْتَجَمَهٗ اَبُوْ طَيْبَةَ فَشَرِبَ دَمَهٗ اسی طرح مدارج النبوۃ میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ یہ تو شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

بے مثلی حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو   نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے مثلیت کے کیا معنی۔

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ نہیں ہے کہ اِنْسَانٌ مِّثْلُكُمْ بشر کے معنے ہیں ذو بشرہ۔ یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا۔ بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو۔ تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ و روپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے يُوْحٰٓى اِلَيَّ ہم صاحب وحی ہیں۔ یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے۔ ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ قدرت الٰہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کر دے۔ حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کر دے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شوربا اور بوٹیاں بڑھا دے۔ آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔ عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی جوڑ دے۔ حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کحل الجواہر کا کام دے۔ آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔ اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان کا مطالعہ کرو۔ ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور ﷺ کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو۔

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں و در حقیقت متشابہات اند علماء آں را معانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند۔ "یہ آیات حقیقت میں متشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ متشابہات ہیں۔ اسی طرح اِنَّمَا بَشَرٌ وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

ساتویں اس طرح کے روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا اَیُّکُم مِثلِی تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں فرمایا لٰکِنِّی لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنکُم لیکن ہم تمہاری طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا اَیُّنَا مِثلُه ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کہ تفسیر سورہ مریم میں کٓهٰیٰعٓصٓ کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت حقی، صورت ملکی بشریت کا ذکر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ حقی کا ذکر ہوا۔ مَن رَاٰنِی فَقَدرَاَ الحَق جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر لِی مَعَ اللهِ وَقتٌ لَایَسَعُنِی فِیهِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَانَبِیٌّ مُّرسَلٌ بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی۔ معراج میں سدرہ پہنچ کر طاقت جبریلی ختم ہوگئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء نہ تھی اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بَشَرٌ مِّثلُکُم میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح عبداللہ ہوں نہ اللہ ہوں نہ ابن اللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صد ہا معجزات دیکھ یہ نہ کہہ دینا بلکہ عبداللہ و رسولہٗ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ از ہر آیت فَقَالَ المَلَاُ الَّذِینَ کَفَرُوا قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے لہٰذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں۔ تم تو دکھادو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو پیغمبر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں اور وہ ان کا کمال ہے مگر دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِینَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فَعَلتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّینَ لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

اعتراض ۲ حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا وَاَکرِمُوا اَخَاکُم تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

۳) قرآن فرماتا ہے۔

وَاِلٰی مَدیَنَ اَخَاهُم شُعَیبًا وَّاِلٰی ثَمُودَ اَخَاهُم صٰلِحًا وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُم هُودًا (پارہ ۸ سورہ ۷، آیت ؟)

"ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔"

جواب حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع و انکسار فرمایا اَخَاکُم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟ ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب و صالح و ہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے۔ کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اَخَاهُم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

اعتراض ۴ قرآن کہتا ہے اِنَّمَا المُؤمِنُونَ اِخوَةٌ مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہٰذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے اَلمَلِکُ القُدُّوسُ السَّلٰمُ المُؤمِنُ اور ہر مومن آپس میں بھائی۔ لہٰذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھابھی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن کریم) لہٰذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان۔

قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِیَا "یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے۔"

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت مومن میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اسکی تفصیل ہم جواب نمبرا بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض ۵ حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گذارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں، موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے انکو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرمادیا ہے۔

گفت ایک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستہ خوابیم وخور!

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے انتہا

ہر دو یک گل خورد و زنبور و نحل — زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ہر دو گوں آہو گیا خورد ند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکناب

ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا — واں خورد گرد وہمہ نور خدا

کفار نے کہا ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہوگئی۔ تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماوشما تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ "حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں"

یَاقُوْتٌ حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرِ "یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں"

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہئے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہیں پھر کلمہ میں **عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** کیوں کہتے ہو؟

جواب یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا **خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ** اور **اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا** لہذا یہ الفاظ تعظیما کہنا جائز ہے اور بشر کہنا حرام ہے جیسے **رَاعِنَا** اور **اُنْظُرْنَا** ہم معنی ہیں۔ مگر **رَاعِنَا** کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر — او سراپا انتظار او منتظر

حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

اعتراض ۶ شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں **کَانَ بَشَرٌ مِنَ الْبَشَرِ** حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ نے حضور علیہ السلام کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

جواب بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے صدیقۃ الکبریٰ تو یہ فرمارہی ہیں

کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گذری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہونگے یا نہیں؟اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمادیا هٰذَا اُخْتِیْ یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپکی بیوی تھیں۔اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپکو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا،یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔سب یہ ہی فرماتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم — زانکہ نسبت بسگت کوئے تو شد بے ادبی است

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے۔وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔

قرآن فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً (پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت ۱۲)

"یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔"

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کرکے دس مسائل دریافت کئے (تفسیر خازن یہ ہی آیت) پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہوگیا۔مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہم کلام ہو تو صرف وضو کرو۔لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا؟

بحث نداء یارسول اللہ یا نعرہ یارسول اللہ

حضور علیہ السلام کو دور یا نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ان کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یا رسول اللہ یا ایک جماعت مل نعرہ رسالت لگائے۔ یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔اس بحث کو ہم دو باب میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا باب

نداء یارسول اللہ کے ثبوت میں

حضور علیہ السلام کو نداء کرنا قرآن کریم فعل ملائکہ صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ السلام کو نداء فرمائی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ یٰۤاَیُّهَاالرَّسُوْلُ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ یٰۤاَیُّهَاالْمُدَّثِّرُ وغیرہ ان تمام آیات میں حضور علیہ السلام کو پکارا گیا ہے۔ہاں دیگر انبیائے کرام کو ان کے نام سے پکارا یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا یحیٰی، یا ابراہیم، یا آدم وغیرہ مگر محبوب علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے نداء فرمائی۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب　　　　یَا اَیُّهَا النَّبِیّ خطاب محمد است

بلکہ قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو بھی پکارا یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو پکارو مگر اچھے القاب سے

لَاتَجْعَلُوْ دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

اس میں حضور علیہ السلام کو پکارنے سے نہیں روکا گیا بلکہ فرمایا گیا ہے کہ اوروں کی طرح نہ پکارو۔

قرآن نے فرمایا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِ هِمْ ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو۔اس آیت میں اجازت ہے کہ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکارو۔مگر ان کو ابن حارثہ کہو ابن رسول اللہ نہ کہو۔اسی طرح کفار کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مددگاروں کو اپنی امداد کیلئے بلالیں

وَادْعُوْا شُهَدَآءَ کُمْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے عرض کیا یَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ ندا پائی گئی۔مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا۔یَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ نداء پائی گئی۔ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر طالب دعا ہوئے ان کو یہ دعا ارشاد ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

"اے اللہ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمتہ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپکے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔"

یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے اس میں ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے مدد بھی مانگی ہے۔

عالمگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر نبی علیہ السلام میں ہے۔

ثُمَّ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

"اے نبی آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں وَیَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْکَ یَاصَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِی الْغَارِ

پھر فرماتے ہیں فَیَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامُظْهِرَ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامُکَسِّرَ الْاَصْنَامِ یعنی صدیق اکبر کو یوں سلام پیش کرے کہ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ کے سچے جانشین۔آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ ﷺ کے غار کے ساتھی۔اور حضرت فاروق کو یوں سلام کرے آپ پر سلام ہو اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہو۔اے اسلام کو چمکانے والے آپ پر سلام ہو اے بتوں کو توڑنے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔اس میں حضور علیہ السلام کو بھی نداء ہے اور حضور کے پہلو میں آرام فرمانے والے حضرت صدیق و فاروق کو بھی۔اکابر امت اولیاء ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِی مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

''اے بہترین مخلوق آپکے سوا میرا کوئی نہیں'' ''کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں''

امام زین العابدین فرماتے ہیں اپنے قصیدہ میں۔

یَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ مَحْبُوْسُ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ فِیْ مَوْکَبِ الْمُزْدَهِمٖ

''اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو'' ''وہ اس ازدھام میں ظالموں کی قید میں ہے''

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

زمہجوری بر آمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحر و ماں چرا فارغ نشینی !

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔یا نبی اللہ رحم فرماؤ۔کیا آخر آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں پھر ہم مجرموں سے فارغ کیوں ہو بیٹھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا اَرْجُوْرِضَاکَ وَ احْتَمِیْ بِحِمَاکَ

اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کے رضاء کا امیدوار ہوں۔اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

ان اشعار میں حضور کو ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے استعانت بھی اور یہ ندا دور سے بعد وفات شریف ہے۔تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ کو پکارنا واجب ہے۔التحیات کے متعلق ہم شامی اور اشعۃ اللمعات کی عبارتیں حاضر و ناظر کی بحث میں پیش کر چکے ہیں وہاں دیکھو یہ گفتگو تھی تنہا یارسول اللہ کہنے کہ۔اگر بہت لوگ مل کر نعرہ رسالت لگائیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ہر شخص کو یارسول اللہ کہنا جائز ہوا تو ایک ساتھ مل کر بھی کہنا جائز ہے چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریانی حلال ہے۔اس لئے حلال چیزوں کا مجموعہ ہے نیز اس کا ثبوت صراحۃً یہی ہے۔

مسلم آخر جلد دوم باب حدیث الہجرۃ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک داخل ہوئے۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَامُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَامُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

''تو عورتیں اور مرد گھر کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔''

اس حدیث مسلم سے نعرہ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام نعرہ لگایا کرتے تھے۔اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے (دیکھو مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ) جلسہ کے معنی ہیں بیٹھک یا نشست،جلوس اس کی جمع ہے جیسے جلدہ کی جمع جلود۔بمعنی کوڑہ نماز ذکر الٰہی کا جلسہ ہے کہ ایک ہی جگہ ادا ہوتی ہے اور حج کا ذکر جلوس کہ اس میں گھوم پھر کر ذکر ہوتا ہے قرآن سے ثابت ہے کہ تابوت سکینہ کو ملائکہ بشکل جلوس لائے۔بوقت ولادت پاک اور معراج میں فرشتوں نے حضور کا جلوس نکالا۔اور اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔لہٰذا یہ مروج جلوس اس اصل کی نقل ہے اور باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

نداء یارسول اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

(۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت ۱۰۶)

"اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

معلوم ہوا کہ غیر خدا کا پکارنا منع ہے۔

وَیَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُھُمْ وَلَا یَضُرُّھُمْ

"خدا کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کے لئے نافع و مضر نہیں۔"

ثابت ہوا کہ غیر خدا کو پکارنا بت پرستوں کا کام ہے۔

جواب ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ دعا ہے اس مراد بلانا نہیں بلکہ پوجنا (دیکھو جلالین اور دیگر تفاسیر) معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ دوسری آیات اس معنیٰ کی تائید کرتی ہیں رب فرماتا ہے وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے (عبادت کرے) معلوم ہوا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے اگر ان آیات کے یہ معنیٰ نہ کئے جاویں تو ہم نے جو آیات و احادیث اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جن میں غیر خدا کو پکارا گیا ہے سب شرک ہوگا۔ پھر زندہ کو پکارو یا مردہ کو، سامنے والے کو پکارو یا دور والے کو سب ہی شرک ہوگا، روزانہ ہم لوگ بھائی، بہن دوست آشنا کو پکارتے ہی ہیں۔ تو عالم میں کوئی بھی شرک سے نہ بچا۔ نیز شرک کہتے ہیں غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات میں شامل کرنا کسی کو آواز دینا پکارنا اس میں کون سے صفت الٰہی میں داخل کرنا ہے پھر یہ شرک کیوں ہوا؟

(۲) فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ "پس اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام جپنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر کرنا چاہیئے۔

جواب اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے۔ آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کر سکتے ہو۔ یعنی نماز میں تو پابندی تھی کہ بغیر وضو نہ ہو، سجدہ رکوع اور قعدہ میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نہ ہو مگر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو یہ پابندیاں اٹھ گئیں۔ اب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح خدا کو یاد کر سکتے ہو۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ یہ امر فَاذْکُرُوا اللّٰہَ وجوب کے لئے نہیں صرف جواز کے لئے ہے کہ نماز کے علاوہ چاہے خدا کو یاد کرو خواہ غیر خدا کو خواہ بالکل خاموش رہو ہر بات کی اجازت ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ امر وجوب کے لئے بھی ہو تو بھی ذکر غیر اللہ ذکر اللہ کی نقیض نہیں تاکہ ذکر اللہ کے واجب ہونے سے یہ حرام ہو جاوے بلکہ ذکر اللہ کی نقیض عدم ذکر اللہ ہے، تیسرے یہ کہ اگر ذکر اللہ کی نقیض مان بھی لی جاوے تب بھی ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی نہ کہ شرک۔ مگر خیال رہے کہ حرام یا فرض ہونا فعل کی صفت ہے نہ کہ عدم فعل کی۔ چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا ہی کا ذکر ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۸۰)

"جس نے رسول اللہ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔"

جب کلمہ نماز حج درود خطبہ اذان غرض کہ ساری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر داخل اور ضروری ہے تو نماز سے خارج انکا ذکر اٹھتے بیٹھتے کیوں حرام ہوگا جو شخص ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے درود شریف یا کلمہ پڑھے تو حضور کا ذکر کر رہا ہے ثواب کا مستحق ہے۔ پانچویں اس طرح

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ اور سورہ منافقون اور وہ آیات جن میں کفار یا بتوں کا ذکر ہے ان کا پڑھنا ذکر اللہ ہے یا نہیں ضرور ہے کیونکہ یہ قرآنی آیات ہیں۔ ہر کلمہ پہ ثواب ہے اگر چہ ان آیات میں مذکور کفار یا بت ہیں مگر کلام تو اللہ کا ہے۔ کلام الٰہی کا ذکر تو ذکر اللہ ہو۔ مگر رحمت الٰہی یا نور الٰہی محمد رسول اللہ کا ذکر اللہ نہ ہو یہ کیا انصاف ہے؟ قرآن میں ہے قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا قَالَ پڑھنے پر تیس ثواب اور لفظ فرعون پڑھنے پر پچاس ثواب کیونکہ ہر حرف کے دس ثواب ہیں تو فرعون کا نام قرآن میں پڑھا گیا پچاس نیکیاں ملیں اور محمد رسول اللہ کا نام لیا تو مشرک ہو گیا۔ یہ کیا عقل ہے؟ ساتویں اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف میں اٹھتے بیٹھتے حضرت یوسف کے نام کی رٹ فرماتے تھے اور ان

کی یاد میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں اسی طرح حضرت آدم فراق حضرت حوا میں، حضرت امام زین العابدین فراق امام حسین میں اٹھتے بیٹھتے ان کے نام جپا کرتے تھے اور بزبان حال یہ کہتے تھے۔

حال من در ہجرت والدکم از یعقوب نیست　　　　اور پسر گم کردہ بود من پدر گم کردہ ایم

بتاؤ ان پر یہ حکم شرک جاری ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو آج تو عاشق ہر حال میں اپنی نبی کو یاد کرے وہ کیوں مشرک ہوگا؟ ایک تاجر دن رات تجارت کا ذکر کرتا رہتا ہے طالب علم دن رات ہر حال میں سبق یاد کرتا ہے۔ وہ بھی غیر خدا کا نام جپ رہا ہے وہ کیوں مشرک نہیں۔

نوٹ بیانگر پنجاب میں ہمارا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اسی مسئلہ ندا یا رسول اللہ پر مناظرہ ہوا۔ ثناء اللہ صاحب نے یہی آیت پیش کی۔ ہم نے صرف تین سوال کئے ایک یہ کہ قرآن میں امر کتنے معنیٰ میں آیا ہے اور یہاں کون سے معنیٰ میں استعمال ہوا؟ دوسرے یہ کہ ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض حرام ہوگی یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ذکر اللہ کی نقیض کیا ہے؟ ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ جس کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ان سوالات میں اصول فقہ اور منطق کو دخل دیا ہے یہ دونوں علم بدعت ہیں گویا کہ جاہل رہنا سنت ہے پھر ان سے سوال کیا کہ بدعت کی صحیح تعریف ایسی کردو جس سے محفل میلاد تو حرام رہے اور اخبار اہلحدیث نکالنا سنت ہو؟ یہ سوالات اب تک ان تمام پر قائم ہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں کوئی صاحب ان سے جوابات دلوادیں ہم مشکور ہوں گے مگر اب افسوس کہ ثناء اللہ صاحب تو بغیر جواب دیئے دنیا سے چلے گئے کاش کوئی ان کے معتقد صاحب جواب دے کر ان کی روح کو خوش کریں۔

اعتراض ۱ بخاری جلد دوم کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضور علیہ السلام نے التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُه سکھایا فَلَمَّا قُبِضَ قُلۡنَا السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو ہم نے التحیات میں یوں پڑھا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔

عینی شرح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَظَاهِرُ هَا اَنَّهُم كَانُوا يَقُولُونَ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ بِكَافِ الۡخِطَابِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ عَلَيۡهِ السَّلَامُ لَمَّامَاتَ تَرَكُوا الۡخِطَابَ وَذَكَرُوهُ بِلَفۡظِ الۡغَيۡبَةِ فَصَارُوا يَقُولُونَ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ

''حدیث کے ظاہری معنیٰ یہ ہیں کہ صحابہ کرام حضور کی زندگی پاک میں اسلام علیک کاف خطاب سے کہتے تھے لیکن جبکہ حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو خطاب چھوڑ دیا اور لفظ غائب سے ذکر کیا اور کہنے لگے۔''

اس حدیث اور شرح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ التحیات میں السلام علیک کہنا زندگی پاک مصطفیٰ علیہ السلام میں تھا حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد التحیات میں بھی نداء کو چھوڑ دیا گیا تو جب صحابہ کرام نے التحیات میں سے ندا کو نکال دیا تو جو شخص نماز کے خارج میں یا رسول اللہ وغیرہ کہے تو بالکل ہی شرک ہے۔

جواب بخاری اور عینی کی یہ عبارات تو آپ کے خلاف بھی ہیں کیونکہ آج تک کسی امام مجتہد نے التحیات کے بدلنے کا حکم نہ دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود کی۔ اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی التحیات اختیار فرمائیں۔ مگر دونوں التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ہے غیر مقلد بھی خواہ ثنائی ہوں یا غزنوی یہی خطاب والی التحیات پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے التحیات کو بدلا اور حدیث مرفوع کے مقابل اجتہاد صحابی قبول نہیں۔ اور ان صحابہ کرام نے بھی اس لئے تبدیل نہ کیا کہ نداء غائب حرام ہے۔ ورنہ زندگی پاک میں دور رہنے والے صحابہ خطاب والی التحیات نہ پڑھتے۔ آخر یمن، خیبر، مکہ مکرمہ، نجد، عراق تمام جگہ نماز ہوتی تھی۔ تو اس میں وہ ہی التحیات پڑھی جاتی تھی۔ نداء غائب برابر ہوتی تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حجاز میں تشریف فرما تھے اور نداء والی التحیات ہر جگہ پڑھی جارہی تھی نہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا نہ صحابہ کرام نے کچھ شبہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے التحیات سکھاتے وقت یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ التحیات صرف ہماری زندگی پاک میں ہے اور ہماری وفات شریف کے بعد دوسری پڑھنا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد صفحہ ۱۰ میں ہے۔'' لہٰذا صیغہ خطاب کو بدلنا ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں۔ ورنہ خود حضور علیہ السلام فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب نہ کرنا۔ بہرحال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے۔ اصل تعلیم اسی طرح ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہو اکہ بعض صحابہ کا یہ فعل حجت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں شرک ہوتا رہا۔ اور منع نہ فرمایا گیا۔ بعد میں بھی بعض نے بدلا نہ کہ کل نے۔

بلکہ مرقات باب التشہد اخیر فصل میں ہے۔ وَاَمَّا قَولُ اِبنِ مَسعُود کُنَّا نَقُولُ الخ فَھُوَ رِ وَایَتُه اَبِی عَوَانَته وَرِوَایَته البُخَارِیّ اَصَحُّ فِیھَا اَنَّ ذٰلِکَ لَیسَ مِن قَولِ ابن مَسعُود بَل مِن فھم الرَّاوِیّ عَنهُ وَلَفظُھَا فَلَمَّاقُبِضَ قُلنَا سَلاَمٌ یَعنِی عَلَی النَّبِیّ فَقُولُه قُلنا سَلاَمٌ یَعتَمِل اَنَّه اَرَادبِهٖ اِستَمرَرنَا عَلٰی مَاکُنَّا عَلَیهِ فِی حَیَاتِهٖ

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے التحیات ہرگز نہ بدلی یہ صرف راوی کی فہم ہے نہ کہ اصل واقعہ۔

(۴) بعض وہابی یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا وہ ہماری آواز سنتے ہیں شرک ہے کیونکہ دور کی آواز سننا تو خدا ہی کی صفت ہے غیر خدا میں یہ طاقت ماننا شرک ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یارسول اللہ یا غوث وغیرہ کہنا جائز ہے۔ جیسے ہوا کو نداء دیا کرتے ہیں "سن اے باد صبا" وغیرہ کہ وہاں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہوا سنتی ہے آج کل عام وہابی یہ ہی عذر پیش کرتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں اسی پر زور دیا ہے۔

جواب دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں۔ کیونکہ دور سے آواز تو وہ سنے جو پکارنے والے سے دور ہو۔ رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے خود فرماتا ہے۔

نَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ "ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

وَاِذَاسَالَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ "جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرمادو کہ قریب ہیں"

نَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِنکُم وَلٰکِن لَّاتُبصِرُونَ (پارہ ۲۷ سورہ ۵۶ آیت ۸۵)

"ہم اس بیمار سے بمقابلہ تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔"

لہذا پروردگار تو قریب ہی کی آواز سنتا ہے ہر آواز اس سے قریب ہی ہوتی ہے کہ وہ خود قریب ہے اور اگر مان لیا جاوے کہ دور کی آواز سننا اس کی صفت ہے تو قریب کی آواز سننا بھی تو اس کی صفت ہے لہذا چاہیئے کہ قریب والے کو بھی سامع سمجھ کر نہ پکارو۔ ورنہ مشرک ہو جاؤ گے سب کو بہرا جانو۔ نیز جس طرح دور کی آواز سننا خدا کی صفت ہے اسی طرح دور کی چیز دیکھنا۔ دور کی خوشبو پالینا بھی تو صفت الٰہی ہے اور ہم علم غیب اور حاضر وناظر کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ جب ان کی نظر دور و قریب کو یکساں دیکھ سکتی ہے تو اگر ان کے کان دور و نزدیک کی آوازیں سن لیں تو کیوں شرک ہوا؟ یہ وصف ان کو بہ عطاء الٰہی حاصل ہوا۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ دور کی آواز انبیاء و اولیاء سنتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو پالی اور فرمایا۔ اِنِّی لَاَجِدُرِیحَ یُوسُفَ بتاؤ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو آواز دی جو مقام نہاوند میں جنگ کر رہے تھے۔ اور حضرت ساریہ نے وہ آواز سن لی (دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ثالث) حضرت فاروق کی آنکھ نے دور سے دیکھا حضرت ساریہ کے کان نے دور سے سنا۔ تفسیر روح البیان وجلالین ومدارک وغیرہ تفاسیر میں زیر آیت وَاَذِّن فِی النَّاسِ بِالحَجِّ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنا کر پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام روحوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو قیامت تک جو بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ سب نے وہ آواز سن لی۔ جس نے لبیک کہدیا وہ ضرور حج کرے گا اور جو روح خاموش رہی وہ کبھی حج نہیں کر سکتی کیسے یہاں تو دور کے علاوہ پیدائش سے پہلے سب نے حضرت خلیل کی آواز سن لی یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اسی طرح حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے دکھادے کہ تو مردے کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت چار پہاڑوں میں رکھو ثُمَّ ادعُھُنَّ یَاتِینَکَ سَعیًا پھر انہیں پکارو دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ دیکھو مردہ جانوروں کو پکارا گیا اور وہ دوڑے ہوئے آئے تو کیا اولیاء اللہ ان جانوروں سے بھی کم ہیں؟ آج ایک شخص لندن میں بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون ہندوستان کے آدمی سے بات کرتا ہے اور یہ سمجھ کر اس کو پکارتا ہے کہ ہندوستان کا آدمی اس آلہ کے ذریعہ میری بات سنتا ہے یہ پکارنا شرک ہے کہ نہیں؟ تو اگر کسی مسلمان کا عقیدہ یہ ہو کہ قوت نبوت ٹیلیفون کی قوت سے زیادہ ہے اور حضرات انبیاء قوت خداداد سے ہر ایک کی آواز سنتے ہیں۔ پھر پکارے یارسول اللہ الغیاث تو کیوں شرک ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفر میں جاتے ہوئے ایک جنگل میں چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ وہ کہتی ہے۔

یٰاَیُّھَاالنَّملُ ادخُلُوا مَسٰکِنَکُم لَایَحطِمَنَّکُم سُلَیمٰنُ وَجُنُودُهٗ وَھُم لَایَشعُرُونَ (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت ۱۸)

"اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں (پارہ ۱۹ سورہ نمل)"

تفسیر روح البیان وغیرہ اسی آیت کے ماتحت ہے کہ آپ نے تین میل سے چیونٹی کی یہ آواز سنی خیال کرو کہ چیونٹی کی آواز اور تین میل کا فاصلہ کہیئے یہ شرک ہوا کہ نہیں؟ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ دفن کے بعد میت قبر میں سے باہر والوں کے پاؤں کی آواز سنتی ہے اور زائرین کو دیکھتی اور پہچانتی ہے اسی لئے قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کرنا چاہیئے اس قدر مٹی کے نیچے ہو کر اتنی آہستہ آواز کو سننا کس قدر دور کی آواز سننا ہے۔ کہو شرک ہوا یا نہیں؟ ہم بحث علم غیب اولیاء اللہ میں مشکوٰۃ کتاب الدعوات کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا ولی خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنی قوت سے عطا فرماوے۔ وہ اگر دور سے سن لے تو کیوں شرک ہے؟ مخالفین کے معتمد اور معتبر عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فتاویٰ عبدالحی کتاب العقائد صفحہ ۴۳ میں اس سوال کے جواب میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ** حضور علیہ السلام کی شان ہے اور **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** حضور علیہ السلام کی صفت ہے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ جبکہ آپ چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھ کو رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ (چالیس دن) کے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا۔ اس روایت سے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی عرش وفرش کی تمام آوازیں سنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے لڑے تو جنت سے حور پکار کر اسے ملامت کرتی ہے (مشکوٰۃ باب معاشرۃ النساء) معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی کی جنگ کو حور اتنی دور سے دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر اسے علم غیب بھی ہے اس آدمی کا انجام بخیر ہوگا۔ دوربین سے دور کی چیز دیکھتے ہیں ریڈیو ٹیلیفون سے دور کی آواز سنتے ہیں۔ تو کیا نبوت ولایت کی طاقت بجلی کی طاقت سے بھی کم ہے معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں حضرت بلال کی قدم کی آہٹ سنی حالانکہ بلال کو معراج نہ ہوئی تھی اور اپنے گھر میں تھے۔ یہاں نماز تہجد کے لئے چل پھر رہے ہوں گے وہاں آہٹ سنی جا رہی تھی اور اگر حضرت بلال بھی بجسم مثالی جنت میں پہنچے تو حاضر وناظر کا ثبوت ہوا۔

ان سب باتوں کے متعلق مخالف یہ ہی کہے گا کہ وہ تو خدا نے سنایا تو ان حضرات نے سن لیا۔ پس ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو خدا دور کی آوازیں سناتا ہے تو یہ سنتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ان کی عطائی۔ خدا کی یہ صفت قدیم۔ ان حضرات کی حادث۔ خدا کی یہ صفت کسی کے قبضہ میں نہیں ان کی یہ صفت خدا کے قبضہ میں خدا کا سننا بغیر کان وغیرہ عضو کے۔ ان کا سننا کان سے اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ اس نداء کے متعلق اور بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر اسی قدر پر ہی کفایت ہے۔

بڑے علاں تے عقلاں والے اوتھے پل نہ اڑدے نے　　　میں سنیا دیکھ کے اُس نوں پتھر بھی کلمہ پڑھدے نے

بحث اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔اس بحث میں دو باب ہیں۔

پہلا باب

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء و محدثین اور خود مخالفین کے اقوال سے ہے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَادعُو شُهَدَآءَ كُم مِن دُونِ اللهِ اِن كُنتُم صٰدِقِينَ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت ۲۳)

''اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمائتیوں کو بلالو۔''

اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمائتیوں کو بلالو۔غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

قَالَ مَن اَنصَارِی اِلَی اللهِ قَالَ الحَوَارِيُونَ نَحنُ اَنصَارُ اللهِ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت ۵۲)

''کہا مسیح نے کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔''

اس میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَی البِرِّ وَالتَّقوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الاِثمِ وَالعُدوَانِ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت ۲)

''مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقوٰی کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر گناہ اور زیادتی کے۔''

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

اِن تَنصُرُوا اللهَ يَنصُركُم (پارہ ۲۶ سورہ ۴۷ آیت ۷) ''اگر مدد کرو گے تم اللہ کے دین کی مدد کریگا وہ تمہاری''

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔رب تعالیٰ نے میثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا۔

لَتُؤمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت ۸۱) ''کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد میثاق کے دن سے حکم ہے۔

استَعِينُو بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوةِ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت ۱۵۳) ''مدد طلب کرو ساتھ صبر اور نماز کے۔''

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔

وَاَعِينُونِی بِقُوَّةٍ ''مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَيَّدَكَ بِنَصرِهٖ وَبِالمُؤمِنِينَ (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت ۶۲) ''اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ قوت بخشی۔''

فرماتا ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ حَسبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ المُؤمِنِينَ (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت ۶۴)

''اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔''

فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللهَ هُوَ مَولٰهُ وَجِبرِيلُ وَ صَالِحُ المُؤمِنِينَ وَالمَلٰٓئِكَةُ بَعدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت ۴)

''یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔''

فرماتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت ۵۵)

"یعنی اے مسلمانوں تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔"

فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ دوسری جگہ فرماتا ہے نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا۔

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هٰرُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت ۳۰،۲۹)

"خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کردے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کردے۔"

رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں ہوں۔ بلکہ ان کی درخواست منظور فرمالی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔

مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ابن کعب اسلمی سے بروایت مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔

سَلْ فَقُلْتُ أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ هُوَ ذَالِكَ قَالَ فَاعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ

"کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی ہی مانگتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور مانگنا ہے میں نے کہا صرف یہ ہی فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی۔ تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہوگئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو۔ یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی فرماتے ہیں اَعِنِّي اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے مدد طلب ہے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔ "واز طلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرو بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ہر چہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔"

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا "اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری"

وَ مِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ "بدر گاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن !"

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا کچھ مانگ لو کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں۔ کیونکہ دنیا وآخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا وآخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کعبہ پاک ہوا رب تعالیٰ نے بتادیا کہ جب میرا گھر کعبہ میرے محبوب کے مداوا کے پاک نہیں ہوسکتا۔ تو تمہارا دل ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہوسکتا۔

نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے۔ هُوَ الْجُودُ ابِالْكُونَيْنِ وَالتَّوَجُّهُ إِلٰى خَالِقِهَا یعنی دونوں جہان اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہوجانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں دوسروں کو وہ ہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہوگا۔ ملکیت ثابت ہوئی۔ شیخ عبدالحق کی ان عبارات نے فیصلہ کردیا کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو، بلکہ اللہ کو مانگو۔

ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔

محمد از تو مے خواہم خدارا خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

یا رسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں

اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں

حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُو ااَنفُسَھُم جَآءُ وکَ فَاستَغفَرُو االلہَ وَاستَغفَرَلَھُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُو االلہَ تَوَّابًارَّحِیمًا

اس کا ترجمہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجاتے پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پالیتے۔ مگر کس شان میں تَوَّابًارَّحِیمًا توبہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدا مل جاتا۔

اللہ کو بھی پایا مولیٰ تیری گلی میں

اشعۃ اللمعات کی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرمایا ہے فَعطِی لِمَن شَآءَ مَاشَآءَ کہ حضور علیہ السلام جس کو چاہیں دے دیں تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت وَلَو اَشرَکُو الَحَبِطَ عَنھُم مَاکَانُو ایَعمَلُونَ ہے۔

وَثَالِثُھَا الاَنبِیَآءُ وَھُمُ الَّذِینَ اَعطَاھُمُ اللہُ تَعَالیٰ مِنَ العُلُومِ وَالمَعَارِفِ مَالاَ جَلِہٖ یَقدِرُونَ عَلٰی لتَصَرُّفِ فِی بَوَاطِنِ الخَلقِ وَاَروَاحِھِم وَاَیضًااَعطَاھُم مِنَ القُدرَۃِ وَالمَکنَۃِ مَالاَ جَلِہٖ یَقدِرُونَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی ظَوَاھِرِ الخَلقِ

”تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت وقوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔“

اسی تفسیر کبیر پارہ الٓمّٓ وَاِذ قَالَ رَبُّکَ لِلمَلٰئِکَۃِ اس کی تفسیر میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے۔

اَعِینُونِی عِبَادَاللہِ یَرحَمُکُم اللہُ ”اے اللہ کے بندو میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے۔“

تفسیر روح البیان سورہ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت وَیَسعَونَ فِی الاَرضِ فَسَادًا ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں۔ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرادوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

اولیاء راہست قدرت ازالہ تیر جستہ باز گر وانند زراہ !

اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کرلیں

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارت القبور میں ہے امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس راز مشائخ کہ تصرف می کنند درقبور حود مانند تصرفہا ایشاں درحیات خود یا بیشتر۔ قومے مے گویند کہ امداد حی قومی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر واولیاء را تصرف در اکون حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں راو ارواح باقی است۔“ امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل درآمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ، ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر انکی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

وَاَمَّا الاِستِمدَادُ بِاَھلِ القُبُورِ فِی غَیرِ النَّبِیِّ عَلَیہِ السَّلاَمُ اَوِالاَنبِیَآءِ فَقَد اَنکَرَہٗ کَثِیرٌ مِّنَ الفُقَھَآءِ وَاَثبَتَہُ المَشَائِخُ الصُّوفِیَۃُ وَبَعضُ الفُقَھَآءِ قَالَ الاِمَامُ الشَّافِعِیُّ قَبرُ مُوسَی الکَاظِمِ تِریَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاِجَابَۃِ الدُّعَاءِ وَقَالَ الاِمَامُ الغَزَالِیُّ مَن یُّستَمَدُّ فِی حَیَاتِہٖ یُستَمَدُّ بَعدَ وَفَاتِہٖ

”نبی علیہ السلام ودیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہا نے انکار کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اسکو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کیلئے آزمودہ تریاق ہے اور امام محمد غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے علمائے ظاہر بین نے انکار کیا صوفیا کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔